ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصویر کے دو رُخ

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوّت کی حقیقت

ستم دیکھئے یہ لوگ کس قدر بے بصیرت ہیں، کتنے عاقبت نااندیش ہیں کہ لباس نبوت کس کے بدن پر مزیّن کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ جسے گڑ اور کلوخ میں تمیز نہیں، جسے جوتا پہننے کا سلیقہ نہیں، دایاں بائیں میں اور بایاں دائیں میں، گڑ سے استنجا کیا جارہا ہے اور مٹی کھائی جارہی ہے۔

دیکھا! میاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو خدائے غیور نے عقل ہی سلب کرلی اور مخبوط الحواس بنا دیا ـــــ تصویر کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے۔ اس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا کیرکٹر کی موت تھا، سچ کبھی بولتا نہ تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا، تقریر و تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی وہ مجسمہ حسن ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی ۴۵ انچ ہوتی، کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو بھی پتہ نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مرد میدان ہوتا، کریکٹر کا آفتاب ہوتا، خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسی وقت ہوتا، ابو الفضل اس کا پانی بھرتا، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپیئر اور اردو کا ابو الکلام ہوتا۔ پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو پھر کیا ہم اسے نبی مان لیتے ـــــ؟

میں تو کہتا ہوں کہ اگر خواجہ غریب نواز اجمیریؒ، سید عبد القادر جیلانیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، ابن تیمیہؒ، غزالیؒ، حسن بصریؒ بھی نبوت کا دعویٰ کرتے تو کیا ہم انہیں نبی مان لیتے؟ علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی نے دی، سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ میاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سج سکے اور تاج امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کرسکے۔ وہ ایک ہی ہے جس کے دم قدم سے کائنات میں نبوت سرفراز ہوئی۔

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء

بانی احرار

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

اقتباسِ خطاب

احرار ختم نبوت کانفرنس ستمبر ۱۹۵۱ء کراچی

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd No. L - 8755

ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ اکتوبر ۱۹۹۲ء جلد ۳ شمارہ ۱۰ قیمت فی پرچہ =/۶ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ● قمر الحسنین

خادم حسین ● ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد

حُر آغائی ● دیدہ ور

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

خط و کتابت: دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۷۲۸۱۳

سلسلۂ تحفظِ ختمِ نبوّۃ شعبۂ تبلیغ عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات	مُدیر	۳
اقبال اور مسئلہ قادیانی	پروفیسر افضال احمد انور	۶
خانقاہِ رائے پور	مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی	۱۳
چناب کے کنارے	قدرت اللہ شہاب مرحوم	۱۸
آزر کون ہے؟	مفتی ابو معاویہ منظور احمد تونسوی	۲۱
صلح سیدنا حسن رضؓ	شاہ بلیغ الدین	۲۸
عام الجماعت	مولانا محمد عبد الحق چوہان مدظلہ	۳۰
طلسم کاوشِ زیاں	محترمہ ایس ایس بخاری	۳۶
زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۰
اظہارِ وفا (نعت)	الطاف پرواز	۴۲
در و دیوارِ مدینہ (نعت)	مولانا فضل الرحمٰن افضل	۴۳
سیدنا عثمانؓ (منقبت)	محترم عاصی کرنالی	۴۴
ان کے پیچھے رہیں حائل ہیں چٹانوں کی طرح	پروفیسر محمد اکرام تائب	۴۵
حُسنِ انتقاد	صفوان محمد	۴۶
شیخ احسان اللہ احرار	شیخ نجم الہدیٰ	۴۸
چمن چمن اُجالا	ادارہ	۵۲
تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے خودکشی کرے گی	دیدہ ور	۶۲

دل کی بات

اسلام اور وطن کے غدار

"قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں بھارت زندہ باد کے نعرے"

اوائل اگست میں قادیانیوں کا سالانہ اجتماع لندن میں منعقد ہوا جس سے برطانیہ میں بھارتی ہائی کمشنر ڈاکٹر کے ایل سنگھوی نے بھی خطاب کیا جسے خاص طور پر اجتماع میں مدعو کیا گیا تھا۔ اخبارات میں اس اجتماع کی جو خبر شائع ہوئی اس کا متن درج ذیل ہے۔

قادیانیوں کے سالانہ اجتماع میں بھارت زندہ باد کے نعرے

"شری غلام احمد کی جے" کے نعرے مرزا طاہر نے خود لگوائے۔ بھارتی ہائی کمشنر نے بھی تقریر کی

لندن (بیورو رپورٹ) برطانیہ میں بھارت کے ہائی کمشنر ڈاکٹر کے ایل سنگھوی نے قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت کو اس بات کا فخر ہے کہ قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر قادیان (بھارت) میں موجود ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بھارتی حکومت نے قادیانیوں کو ہر قسم کی مذہبی اور سماجی آزادی دے رکھی ہے۔ قادیانیوں کا ساتواں سالانہ جلسہ یہاں ٹلفورڈ میں 3 روز جاری رہنے کے بعد گزشتہ رات ختم ہو گیا۔ اس میں 126 ملکوں سے آئے ہوئے 10 ہزار افراد نے شرکت کی۔ ان میں سب سے زیادہ تعداد پاکستانیوں کی تھی ان کی تعداد 7 سو بیان کی گئی ہے۔ مرزا طاہر نے اختتامی اجلاس میں قیام پاکستان میں احمدیوں کی خدمات کے بعض تاریخی حوالے دیئے اور کہا کہ احمدیوں نے پاکستان کی ہر ممکن حمایت کی ہے لیکن اس کے برعکس جن ملاؤں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ آج بھی پس پردہ اس ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے پاکستان کے تمام سیاستدانوں اور فوجی جرنیلوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سابقہ اختلافات فراموش کر کے ایک ساتھ اکٹھے ہو کر پاکستان کے خلاف اندرون اور بیرون سازشوں کا جائزہ لیں۔ انہوں نے کہا کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کو دنیائے اسلام کے لئے ایک نمونے کا ملک بنانا چاہتے تھے۔ وہ تمام فرقوں کو اس ملک میں مساوی حقوق دینا چاہتے تھے وہ تنگ نظر ملاؤں کے خلاف تھے۔ بعد ازاں ہائی کمشنر کی تقریر کے دوران سامعین نے بھارت زندہ باد اور شری غلام احمد کی جے کے نعرے لگائے۔ یہ دونوں نعرے مرزا طاہر احمد نے خود لگائے جس کے جواب میں پنڈال میں موجود سامعین نے زندہ باد کہا۔ مرزا طاہر احمد نے بعض عرب علماء پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے خلاف ہیں لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے عقیدے سے قطعی طور پر لاعلم ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے کہا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو قانون کا نشانہ بنانا کہاں کی شرافت ہے۔ یہ فیصلہ خدا پر چھوڑ دو کہ اس کا دل کیا کہتا ہے۔ قادیانیوں کے اس اجلاس کی کوریج کے لئے ٹیلیویژن اور میڈیا کے لاتعداد رپورٹرز موجود تھے۔ قادیانی جماعت کے پریس سیکرٹری رشید چودھری نے بتایا کہ سیٹلائٹ کے ذریعے اس سالانہ جلسہ کی کوریج پاکستان کے بعض خاص علاقوں میں دکھائی گئی ہے۔

روزنامہ پاکستان - لاہور

۴- اگست ۱۹۹۲ء

اسی طرح ایک خبر اور بھی شائع ہوئی جو ہر محب وطن پاکستانی کی توجہ کا مرکز بنی- متن ملاحظہ فرمائیں

یہودی لابی اور اس سے منسلک 271 افراد کی گرفتاری کا حکم

اکثریت ایک غیر مسلم فرقہ کی ہے جو خود کو مسلمان ظاہر کر کے اسرائیلی حکومت کیلئے کام کرنے میں مصروف ہے

جاسوس ملک کے تمام حساس علاقوں سے پھیلے ہوئے ہیں اکثریت بھارت کے راستے پاکستان میں داخل ہوئی ہے

راولپنڈی (نمائندہ خصوصی) باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے اندر یہودی لابی کا سراغ لگانے اور اس کے تقریباً 271 افراد کی گرفتاری کیلئے تمام خفیہ اداروں کو احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق ان میں سے اکثریت ایک

غیر مسلم فرقہ ہی ہے جو خود کو مسلمان ظاہر کر کے یہودیوں اور خاص طور پر اسرائیلی حکومت کیلئے کام کرنے میں مصروف ہیں۔ ان ذرائع کے مطابق یہ ایجنٹ اور جاسوس قریباً ملک کے تمام حساس علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کا باہمی رابطہ بھی ہے۔ ان میں سے اکثریت بھارت کے ذریعہ پاکستان میں داخل ہوئی ہے اور ان کی تعداد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴ ستمبر ۹۷ء

قارئین کرام! یہ دونوں خبریں قادیانیوں کے شرمناک ماضی و حال اور مستقبل میں ان کے بھیانک عزائم سمجھنے کیلئے کافی ہیں۔ ہم احرار سرفروش تو روز اول سے پورے یقین کے ساتھ کہتے چلے آئے ہیں کہ قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں، لیکن ہماری بات کو ملا کی بڑ اور فرقہ واریت قرار دینے والے لبرل ازم کے مریض حکمران، خارش زدہ سیاست دان اور نام نہاد دانشور اب بھی خاموش ہیں اور ان کی حب الوطنی کو جوش نہیں آیا۔ وہ اگر علامہ اقبال مرحوم کو ہی پڑھ لیں تو یقیناً انہیں صحت "مسترہ" نصیب ہوجائے گی۔ علامہ مرحوم نے بھی پنڈت نہرو کے جواب میں یہی لکھا تھا کہ "قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں"

پاکستان کے ساتھ بھارت کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ ہی رہے ہیں اور تمام بھارتی حکومتوں نے ہمیشہ پاکستان کو بہر صورت نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ بھارت پاکستان کے ساتھ تین جنگیں لڑ چکا ہے۔ اس نے ہمیں آدھے ملک سے بھی محروم کیا ہے پاکستان اور بھارت کی کہانی اتنی تلخ ہے کہ کوئی محب وطن پاکستانی اس باب میں دوسری رائے نہیں رکھتا۔ ان حالات میں قادیانیوں نے اپنے سالانہ اجتماع میں نہ صرف بھارتی ہائی کمشنر کو مدعو کیا بلکہ اس کی تقریر کے دوران مرزا طاہر نے خود بھارت زندہ باد کے نعرے لگوائے۔ پھر بھارتی ہائی کمشنر نے قادیانیوں کا جس طرح قصیدہ پڑھا ہے اور بھارتی حکومت کی طرف سے قادیانیوں پر نوازشات کا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ مرزا طاہر کا یہ کہنا کہ "قیام پاکستان کے مخالف ملا پاکستان کی سلامتی کیلئے خطرہ بنے ہوئے ہیں" سراسر کذب و افتراء ہے حالانکہ وہ قیام پاکستان کے بعد کسی ملا کا ایک عمل بھی ایسا پیش نہیں کرسکتے جس نے ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچایا ہو۔ جبکہ قادیانیوں کی پوری جماعت اور اس کا کام ملکی سلامتی کیلئے مستقل خطرہ ہیں۔

پوری دنیا کے مسلمان، مرزائیوں کے عقائد و افکار سے بخوبی واقف ہیں، اسی واقفیت کی بناء پر امت مسلمہ نے انہیں غیر مسلم قرار دیا، کلمہ طیبہ تو منافقین بھی پڑھتے تھے۔

قادیانی قیام پاکستان سے لیکر آج تک ملک کی سلامتی کو نقصان پہنچاتے چلے آرہے ہیں یہ بات تو اب ثابت ہوچکی ہے کہ ۱۹۴۷ء میں باؤنڈری کمیشن میں سر ظفر اللہ خان قادیانی آنجہانی نے سازش کرکے فیروز پور گورداسپور، بٹالہ، قادیان اور کشمیر کو پاکستان کا حصہ نہ بننے دیا پھر سر ظفر اللہ نے اپنی وزارت خارجہ کے عہد میں پوری دنیا میں پاکستان کیلئے نہیں بلکہ مرزائیت کے لئے بطور مشنری مین کے کام کیا۔ اسرائیل میں قادیانیوں کا دفتر اور تنظیم قائم ہوئی اور یہودی حکومت نے ان کی مکمل سرپرستی کی، یہی سر ظفر اللہ تھا جس نے پاکستان کا وزیر خارجہ ہوتے ہوئے بانی پاکستان محمد علی جناح کو کافر کہہ کر ان کا جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا تھا۔

۱۹۵۲ء میں مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نے بلوچستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کا منصوبہ بنایا تو مجلس احرار اسلام نے نہ صرف اس منصوبے کو طشت از بام کیا بلکہ ملک گیر تحریک برپا کرکے اس ملک دشمن سازش کو ناکام بنایا۔ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں فوج میں موجود مرزائی جرنیلوں نے دس ہزار نہتے مسلمانوں کو

امپورٹڈ گولیوں کا نشانہ بنا کر انہیں شہید کیا اس ظلم و ستم میں دلالی کا ایک کلیدی اور ذلیل کردار جنرل اعظم خان تھا جس نے مرزائیوں کے اشارے پر نہ صرف مسلمانوں کا قتل عام کیا بلکہ ملک کو پہلے مارشل لاء کا تحفہ بھی دیا۔ علاوہ ازیں اس وقت کی مسلم لیگی حکومت نے بھی قادیانیت نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیگ کی بے حمیت حاکم قیادت نے اس بات کا خیال بھی نہ رکھا کہ یہی قادیانی لیاقت علی خان کے قتل کی سازش کے اصل کردار ہیں۔

قادیانیوں کا آج تک کا کردار اس بات پر شہادت ہے کہ وہ اسلام، ملت اور وطن کے غدار ہیں۔ واضح رہے کہ "اکھنڈ بھارت" کا قیام قادیانیوں کا عقیدہ ہے آنجہانی مرزا بشیر الدین نے اسی نظریہ کے حق میں اپنی ایک "مجلس عرفان" میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کہا تھا

> "میں نے محسوس کیا کہ گاندھی جی میرے ساتھ ہم بستر ہوئے ہیں" ہندوستان کی تقسیم کے بارے میں اسی خواب میں کہا کہ "یہ حالت عارضی ہے اور ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ جلد دور ہوجائے تاکہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں"۔

قادیانیوں نے آنجہانی مرزا بشیر سمیت اپنے تمام مردے "بہشتی مقبرے" میں امانتاً دفن کئے ہیں۔ اور اپنے اسی ملک دشمن عقیدے کے مطابق ملک کو توڑ کر (ان کے منہ میں راکھ) سب مردوں کو قادیان میں دوبارہ دفن کریں گے۔

قادیانی، بھارت اور اسرائیل کے ایجنٹ ہیں اور ان دونوں ملکوں میں نہ صرف ان کے مشن قائم ہیں بلکہ حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہے کہوٹہ کے ایٹمی پلانٹ کو نقصان پہنچانے اور ایٹمی راز فروخت کرنے والے یہی قادیانی ہیں۔ حکومت نے یہودی لابی کے جن ۱۷۲ افراد کی گرفتاری کا حکم دیا ہے ہماری معلومات کے مطابق وہ قادیانی ہیں اور بھارت کے راستے پاکستان میں داخل ہو کر تخریب کاری کر رہے ہیں۔

ان حالات و واقعات کی روشنی میں ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزا طاہر پر بھارت نوازی اور پاکستان سے غداری کے الزام میں مقدمہ قائم کرکے اسے گرفتار کیا جائے۔ اس کا پاسپورٹ ضبط کیا جائے علاوہ ازیں کلیدی اور حساس عہدوں پر موجود قادیانی افسروں کو برطرف کیا جائے اور باقی تمام سرکاری ملازم قادیانیوں کی نگرانی سخت کی جائے۔ یہ بات بالکل بے وزن ہے کہ قادیانی مسئلہ ختم ہوگیا ہے حقیقتاً یہ ناسور اب زیادہ خطرناک ہوگیا ہے، حکومت ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کا فوری نوٹس لے اور اس جماعت کو خلاف قانون قرار دیکر تمام دفاتر سربمہر اور ریکارڈ ضبط کرے اگر اس نازک مرحلہ پر بھی غفلت کا مظاہرہ کیا گیا تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ ہے۔

سیلاب ------ اللہ کا عذاب

گزشتہ ماہ پاکستان تاریخ کے بدترین سیلاب کی زد میں آیا۔ خصوصاً پنجاب اور سندھ کے لوگ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ ۱۹۷۳ء میں بھی سیلاب آیا تھا مگر اتنی تباہی تب نہ ہوئی تھی جتنی اب ہوئی ہے۔ حکومتی دعووں کے مطابق ۱۹۷۳ء سے اب تک کے درمیانی عرصے میں بھی ہم سیلاب کے خطرہ سے دوچار ہوئے مگر حفاظتی انتظامات بہتر ہونے کی وجہ سے خطرہ ٹل گیا مگر اس مرتبہ تمام تدبیریں ناکام ہوگئیں۔ اس مسئلہ پر مختلف حلقوں کی طرف سے بھانت بھانت کی بولیاں بولی گئیں، حزب اختلاف نے حکومت کو مطعون کیا اور حکومت نے حزب اختلاف کو۔ اس مباحثے

(بقیہ صلا پر)

پروفیسر افضال احمد انور۔ فیصل آباد

اقبال اور مسئلہ قادیانیت کے معاشرتی اور سیاسی عوامل

مرزائیت، قادیانیت اور احمدی کا اطلاق اصطلاحاً جھوٹے مدعیٔ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریک اور تعلیمات پر ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا سلسلہ تین اعتبار سے ہدف ملامت و مخالفت ہے۔

۱۔ دینی و مذہبی پہلو

۲۔ عمرانی و معاشرتی پہلو

۳۔ سیاسی پہلو

علامہ اقبال نے اس سلسلے کی مخالفت و تردید آخری دو پہلوؤں کے لحاظ سے کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ علماء اور احرار متفقہ طور پر اس کے خلاف تھے۔ آیات و احادیث اور مناظراتی مواد سے علماء کرام ہر سطح پر مرزائیت کی مخالفت کر رہے تھے اور دینی نقطہ نظر سے انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ یہ سلسلہ ارتداد ہے اور اسے اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ اس سلسلے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے عالم و خطیب اور مولانا ظفر علی خاں جیسے شعلہ نوا شاعر اور دیگر عشاقان رسول ﷺ پوری جانفشانی سے مرزائیت کا دندان شکن اور مسکت جواب دے رہے تھے۔

علامہ اقبال نے اس کی مخالفت عمرانی یا معاشرتی اور سیاسی نقطہ نظر سے کی اپنے مضمون "قادیانی اور جمہور مسلمان" کے آغاز میں وہ لکھتے ہیں۔

> "میرا ارادہ تھا کہ انگریز قوم کو ایک کھلی چٹھی کے ذریعہ اس مسئلہ کے معاشرتی اور سیاسی پہلوؤں سے آگاہ کروں ------ میں کسی مذہبی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا اور نہ میں قادیانی تحریک کے بانی کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا ہوں" (۱)

اسی ترتیب سے دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

عمرانی یا معاشرتی پہلو:

علامہ اقبال کے نزدیک عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کے اتحاد کا ضامن ہے۔ نئی نبوت کے ساتھ کسی بھی قسم کی وابستگی اس اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گی۔ اقبال کے نزدیک تاریخ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وسط ایشیاء کے موبدانہ تمدن میں نبوت کے اجراء کا خیال لازم تھا۔ زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی وغیرہ اسی باعث نئے قائد کے انتظار کی نفسیاتی قید میں اسیر رہتے۔ چنانچہ پرانی جماعتیں بوڑھی ہوتیں تو "مذہبی عیار" نئی جماعتیں سامنے لے آتے۔ اسلام نے ختم نبوت کا عقیدہ دے کر اپنے پیروکاروں کو ابد تک انتشار سے محفوظ رہنے کا جواز فراہم کر دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریک چلائی تو آغاز کار میں عامتہ المسلمین کے لئے اس میں تبلیغی (خصوصاً عیسائی مشنریوں سے مقابلے کے) نقطہ نظر سے کچھ کشش تھی۔ لیکن جونہی مرزا نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا اور اس کے پیروکار اسے نبی ماننے لگے تو مسلمان سخت بے چین ہوئے اور انہوں نے اس تحریک سے کامل علیحدگی اختیار کرلی۔ اس پر قادیانیت کے بانی کا پارہ چڑھ گیا اور اس نے اپنے پیروکاروں کے علاوہ باقی سب مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا۔ اس سے بعض بھولے بھالے مسلمان سمجھتے رہے کہ شاید مسلمانوں کے دو گروہوں میں کوئی پھوٹ پڑگئی ہے۔ اقبال نے ایسے لوگوں کو سمجھایا:

"نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبہ سے بھی عاری کردیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے ــــــ کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو، تو اس کیلئے اس کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے ــــــــــــ مدافعت کا ــــــــــ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب الدین کرتے پائے اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے" (۲)

ایران میں بہائی فرقے نے بھی الہام و وحی کے ساتھ اپنا سلسلہ جوڑا تھا، لیکن انہوں نے اپنی جماعت کو مسلمانوں سے الگ قرار دے دیا تھا اسی لئے اقبال کی نظر میں بہائی، قادیانیوں کی نسبت کم خطرناک ہیں۔ لیکن قادیانیوں کی سب وابستگیاں، مرزا غلام احمد کے ساتھ ہیں۔ جب اقبال نے محسوس کیا کہ مرزائی، تو خود جناب رسول کریم ﷺ کا ذکر ادب سے نہیں کرتے، تو ان کی روح تڑپ اٹھی اور انہوں نے مرزائیوں کی اصلیت پہچان لی:

"میں نے (مرزائی) تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا، درخت جڑ سے نہیں پھل سے پہچانا جاتا ہے" (۳)

علامہ اقبال چاہتے تھے کہ چونکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کی تفریق کی تحریک چلائی ہے لہذا حکومت ان کے خلاف قدم اٹھائے اور اس [illegible] مسلمانوں کو انتشار سے بچائے۔ یا کم از کم وہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرلے۔ اقبال کے نزدیک اسلام ایک معاشرے کے اعتبار سے جناب رسول کریم ﷺ کا مرہون احسان ہے اور چونکہ قادیانیوں نے عقیدۂ ختم نبوت کو جھٹلایا ہے لہذا انہیں مسلم معاشرت سے الگ کردیا جائے:

"میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اسی غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہو، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں" (۴)

قادیانی خود کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ بانی تحریک احمدیہ اپنے پیروکاروں کو جس طرح کے احکامات دیتا تھا وہ مسلم معاشرت کے لئے سمِ قاتل تھے۔ علامہ کی تحریر میں مرزائی احکامات و انداز کی ایک جھلک دیکھئے:

"بانیٔ تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا علاوہ بریں ان کا بنیادی اصول سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں" (۵)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال نے قادیانیوں کو مسلمانوں کے انتشار اور افتراق کا باعث سمجھا اور محسوس کیا کہ مسلمانوں کے سماجی و معاشریت عوامل اس تحریک سے بری طرح متاثر ہوں گے۔ لہذا انہوں نے قادیانی کی مخالفت کی۔

معاشرتی حوالے سے یہ بات بھی اہم ہے کہ اقبال محض "گفتار کے غازی" ہی نہیں تھے۔ انہوں نے خود عامل ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے مثلاً بقول رئیس احمد جعفری:

"اقبال کے بڑے بھائی جو انہیں بے حد محبوب بھی تھے قادیانی مسلک کے پیرو [illegible] بایں ہمہ اقبال کو نہ صرف قادیانیت سے کوئی لگاؤ نہ تھا بلکہ وہ اس سے بیزار اور برہم تھے" (۶)

یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی مناسب رہیگا کہ علامہ اقبال نے اپنے بچوں کے سرپرست "گارڈین" کے طور پر اپنے بھتیجے کو محض اس لئے منظور نہ کیا کہ وہ مرزائی تھے۔

اقبال نے سر راس مسعود کو ایک خط (۱۰ جون ۱۹۳۷ء) میں لکھا تھا:

"شیخ اعجاز احمد میرا بڑا بھتیجا ہے۔ نہایت صالح آدمی ہے مگر افسوس کہ دینی عقائد کی رو سے قادیانی ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے والا آدمی مسلمان بچوں کا GUARDIAN ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ب۔ سیاسی پہلو:

اقبال سمجھتے تھے کہ قادیانیت، ہندوستان میں انگریزوں کا لگایا ہوا ایسا پودا ہے، جس سے وہ مخصوص سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مولانا محمد عرشی امرتسری نے اقبال کے ساتھ ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آخر عمر میں اقبال نے کہا تھا:

"سلطان ٹیپو (شہید) کے جہاد حریت سے انگریز نے اندازہ کیا کہ مسئلہ جہاد اسکی حکومت کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے جب تک شریعت اسلامیہ سے اس مسئلہ کو خارج نہ کیا جائے، انگریز کا مستقل محفوظ نہیں چنانچہ ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بنیادی مسئلہ یہی ہو، کہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کی جائے۔۔۔۔۔۔ احمدیت۔۔۔۔۔۔ کا حقیقی سبب اس ضرورت کا احساس تھا" (۸)

قادیانی جہد کے کس طرح خلاف تھے، چند اقتباسات مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر کردہ کتاب "حرف محرمانہ" سے منقول ہیں۔

"میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں اور اشتہار شائع کئے

ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائی تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابیں تمام اسلامی ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچادی ہیں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہوجائیں۔۔۔۔۔۔۔ اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں"

(تریاق القلوب ص ۲۷-۲۸)

"جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد، کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح و مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے (ہماری) یہ جماعت سرکار انگریز کی نمک پروردہ ہے"

(اربعین ص ۴ حاشیہ ۱۵)

"جہاد یعنی لڑائیوں کی شدت خدا تعالی آہستہ آہستہ کم کرتا گیا۔۔ مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کردیا گیا"

ان اقتباسات کے بعد علامہ کے یہ اشعار پڑھئیے:

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

دراصل انگریز یہ چاہتا تھا کہ اس کی حکومت ہمیشہ یہاں رہے۔ اس لئے مسلمانوں سے جذبۂ جہاد نکالنے اور انہیں مذہب کے نام پر طوق غلامی پہنانے کیلئے انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی سرپرستی کی اقبال کی نظریں اس سیاسی گٹھ جوڑ کو سمجھ گئیں لہذا انہوں نے قادیانیت کی مخالفت کی۔

جب اقبال نے قادیانیوں کی مختلف چالاکیوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے مضامین لکھے تو پنڈت جواہر لال نہرو نے جواباً ایک مضمون لکھا جس میں مرزائیوں کی حمایت کی اور اقبال کو قادیانیت کی مخالفت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ علامہ اقبال نے بھی جواباً انگریزی میں مضمون لکھا جس کا ترجمہ میر حسن الدین نے "پنڈت جواہر لال نہرو کے سوالات کا جواب" کے عنوان سے کیا۔ اس میں اقبال نے بڑی وضاحت سے مرزائیوں کے سیاسی مقاصد کی نقاب کشائی کی ہے۔ علامہ نے لکھا کہ قادیانی اور ہندو دونوں مسلمانوں کی بیداری سے خائف ہیں۔ چونکہ انگریزوں کی شہ پر قادیانی ملت اسلامیہ میں انتشار پھیلا رہے تھے، لہذا یہ فضا پنڈت نہرو کے لئے خوش آئند تھی۔ انہوں نے مضمون لکھ کر مرزائیوں کو جیب میں ڈالنے اور مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا کرنے کے دو مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اقبال نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا کہ ہر بڑی قوم نے فسادی گروہ کو کاٹ کر دور پھینک دیا۔ ایمسٹرڈم کے یہودیوں کی مثال سامنے تھی۔ اقبال نے قادیانیوں کے ظلی بروزی تصور اور مسیحیت کے دعووں کا پول کھولا۔ اقبال نے بتایا کہ قادیانیوں سے پہلے روس نے بابی مذہب کے پیروکاروں کو عشق آباد میں تبلیغی مرکز

قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔ اُدھر انگلستان نے بھی ووکنگ میں "احمدیوں" کو اپنا مرکز قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ سیاسی پذیرائی تھی اقبال نے اس امر پر زور دیا کہ خود قادیانیوں کے حق میں یہ بہتر ہے کہ وہ جماعت کا مسلمانوں سے الگ کوئی منفرد تشخص بنائیں۔

پہلے قادیانیوں کے تحفظ میں پنڈت نہرو کے سوالات شائع ہوتے تھے تو قادیانیوں نے ان کی خوب پذیرائی کی۔ ان کا لاہور زبردست استقبال کیا۔ مگر اقبال کے جواب کے بعد وہ قلم چھوڑ کر بیٹھ گئے تو اب قادیانیوں نے ان کو ذرا نہ پوچھا اور لاہور میں ان کا کوئی استقبال نہ کیا۔ اقبال نے دراصل پنڈت نہرو کو باور کرادیا تھا کہ سیاسی لحاظ سے "احمدیوں" کا وجود مسلم معاشرے کے لئے ہندوستان میں مضر تو ہے ہی، خود حکومت اور ہندوستان کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔

"مجھے یقین ہے کہ احمدی "اسلام اور ہندوستان" دونوں کے غدار ہیں" (۱۰)

مسلمانوں کے لئے یوں کہ:

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطیں کا پرستار کرے

ہندوستان کے لئے یوں کہ قادیانیت انگریزوں کی جاسوس پارٹی کا کردار ادا کرکے تحریک آزادی کے لئے رکاوٹ بنے گی اور حکومت کے لئے یوں نقصان دہ کہ جو حضور ﷺ کا نہ بنا وہ کسی اور کا بھی بلاخر کیا بنے گا؟

عصر من پیغمبرے ہم آفرید
شیخ او مرد فرنگی را مرید
گفت دیں را رونق از محکومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد

آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید
گرچہ گوید از مقام با یزید
زندگانی از خودی محرومی است
رقص ہا گرد کلیسا کرد و مُرد

اقبال نے جس تدبر سے پنڈت نہرو کو سمجھایا تھا، اس سے وہ واقعی حقیقت کو سمجھ گئے، چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود کا یہ بیان اس پر شاہد ہے:

"ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگریس کے سیکرٹری ہیں ایک دفعہ قادیاں آئے انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لال نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے اسٹیشن پر اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ میں نے سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے" (۱۱)

حوالہ جات

۱- حرف اقبال، مرتبہ لطیف احمد شروانی مضمون قادیانی اور جمہور مسلمان ص ۱۰۳ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۲- ایضاً ص ۱۰۷ تا ۱۰۸

۳- ایضاً مضمون لائٹ کے جواب میں ۱۱۲

۴- ایضاً مضمون سٹیٹسمین کو ایک خط ۱۱۷

۵- ایضاً ص ۱۱۸

۶- اقبال اور سیاست ملی رئیس احمد جعفری ص ۱۶۵، اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۱ء

۷- تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ: رفیع الدین ہاشمی ص ۲۲۲ اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۲ء

۸- ملفوظات مرتبہ محمود نظامی ص ۱۴۱، تاجران کتب لوہاری دروازہ س- ن-

۹- کلیات اقبال اردو، ضرب کلیم ص ۵۱۸، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء

۱۰- اقبال اور احمدیت، مرتبہ بشیر احمد ڈار، ص ۱۱۶، آئینہ ادب لاہور ۱۹۸۴ء

۱۱- حوالہ نمبر ۹، نظم، نفسیات غلامی حصہ ضرب کلیم ص ۱۵۸- لاہور ۱۹۷۳ء

۱۲- کلیات اقبال فارسی حصہ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ص ۳۲- شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۷۳ء

۱۳- حوالہ نمبر ۱۲ ص ۲۴

۱۴- اقبال اور قادیانیت، شورش کاشمیری ص ۲۵ مطبوعات چٹان لاہور ۱۹۷۴ء

امیرِ شریعت نمبر قارئین توجہ فرمائیں

قارئین کرام! ہم اپنی انتہائی کوشش کے باوجود نقیبِ ختم نبوت کا امیرِ شریعت نمبر حسبِ وعدہ اکتوبر میں شائع نہ کر سکے مضامین کی ترتیب، کتابت اور طباعتی مراحل کے لئے زیادہ وقت درکار تھا۔ تاہم اِس عظیم الشان نمبر کی ترتیب و تزئین کا کام جاری ہے اور اب ہم یہ نمبر دسمبر ۱۹۹۲ء میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جن مستقل خریداروں نے خصوصی نمبر کے لئے -/50 روپے ارسال کئے ہیں۔ ادارہ اُن کا شکر گزار ہے۔ اور جن خریداروں نے ابھی تک -/50 روپے ارسال نہیں کئے وہ فوراً منی آرڈر کر دیں۔ جو احباب مستقل خریدار نہیں وہ مبلغ -/85 روپے ارسال کر دیں تو یہ نمبر انہیں رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کیا جائیگا **نوٹ** کاغذ اور طباعت کے اخراجات کا بوجھ بڑھ جانیکی وجہ سے ادارہ مسلسل خسارہ برداشت کر رہا ہے مگر اب شدید گرانی کی وجہ سے ادارہ مزید خسارے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا پرچے کی قیمت میں اضافے کا حسبِ ذیل فیصلہ کیا گیا ہے جنوری ۱۹۹۳ سے فی پرچہ -/۸ روپے۔ سالانہ چندہ -/۱۰۰ روپے بیرون ملک سالانہ چندہ -/1000 روپے پاکستانی۔

پاکستان قادیانیت کے نرغہ میں کیوں؟

حکومت سے عوام پوچھتے ہیں

- میجر جنرل نصیر قادیانی آرڈی ننس کور کا سربراہ تینوں مسلح افواج کے لئے اسلحہ کی خریداری کا انچارج
- الجیریا، رومانیہ، جاپان، ترکی میں پاکستان کے سفیر قادیانی
- یونیسکو میں پاکستان کا نمائندہ قادیانی
- بھارت اسرائیل تعلقات دنیا پر واضح ہیں۔ قادیانیوں کا بیک وقت بھارت و اسرائیل سے رابطہ۔
- مرزا طاہر کی بھارت یاترا، بھارت سرکار کی آؤ بھگت، اسرائیل میں قادیانیوں کا مرکز، اسرائیل کے جاسوس کی بھارت کے راستے کہوٹہ پر نظر بد۔
- پاکستان میں ایٹمی شمسی توانائی کی بربادی، قادیانی خاتون ڈاکٹر لبنیٰ اعجاز کے ہاتھوں مملکت پاکستان کو کروڑوں روپے کا نقصان۔
- محمود ادریس قادیانی سندھ کے چیف سیکرٹری سے لے کر وزارت پٹرولیم کے وفاقی سیکرٹری تک اور اب مزید اہم پوسٹ پر لگا کر گھپلوں کا موقع فراہم کیا گیا۔
- قادیانی جہاد کے منکر لیکن ۳۲۸ اہم فوجی عہدوں پر براجمان۔
- واپڈا تھرمل پاور اسٹیشن مظفر گڑھ کی تعمیر کا انچارج آر۔ ای محمود مجیب اصغر جنونی قادیانی جو پاگل پن کی حد تک قادیانیت کی اشاعت کے لئے حکومتی عہدہ سے فائدہ اٹھا رہا ہے
- ناقابل بیان، ناقابل تردید مزید تفصیلات، ہوش ربا واقعات، شرمناک، خطرناک اور افسوسناک حکومت کی قادیانیت نوازی کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ۔
- صدر مملکت۔ اسلامی نظریاتی کونسل، وزارت مذہبی امور اور چاروں صوبوں کی رپورٹوں کے باوجود شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ، درج نہیں کیا جا رہا

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۲ء بروز بدھ صبح ساڑھے دس بجے اسلام آباد جامع مسجد لال حکومت کی قادیانیت نوازی کیخلاف

احتجاجی مظاہرہ

مجلس عمل میں شریک دینی جماعتوں کے سربراہ قیادت کریں گے بروقت تشریف لائیں۔

منجانب: آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان

محمد سعید الرحمن علوی

خانقاہ رائے پور اور

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

تزکیہ و احسان جسے عرف عام میں تصوف کہا جاتا ہے اس کے معروف سلاسل چار ہیں جس طرح فقہ کے مشہور اسکول چار ہیں ان چار سلاسل میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت ارباب سلاسل سیدنا الامام خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں جبکہ باقی ہر سہ سلاسل کی نسبت حضرت الامام خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ برعظیم پاک و ہند کے خطوں میں سبھی سلاسل کے رہنما اور متوسلین خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کا حلقہ بھی بڑی تعداد میں موجود ہے۔اس سلسلے کو اس خطہ میں جن گرامی قدر بزرگ کے حوالہ سے سب سے زیادہ شہرت ملی وہ حضرت معین الدین اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز ہیں ان کے خلیفہ اجل و اعظم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے تو ان کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ! شیخ فرید قدس سرہ جنوبی پنجاب اور بیکانیر کے خطوں میں نمایاں مقام کے حامل تھے اور پایہ تخت دھلی تک ان کے نام کی دھوم تھی۔ ان کے متعدد اور ان گنت خلفاء میں دو بزرگوں کو بڑا نام ملا اور بڑا انعام حاصل ہوا میری مراد حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر اور سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمہما اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اول الذکر حضرت شیخ فرید کے خواہر زادہ بھی تھے ان کی آخری قیام گاہ یو۔پی کے معروف شہر رڑکی کے بیچوں بیچ بہنے والی نہر کے کنارے ہے اس پُر فضا مقام کا نام کلیر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رڑکی سے ہی ایک عجیب قسم کا کیف حاصل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ عظیم نہر، رنگارنگ درخت، پھول بوٹے ایک عجیب بہار دکھلاتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ دھلی میں مقیم ہیں پایۂ تخت دھلی کا ایک پورا علاقہ ان کے نام کی نسبت سے "بستی نظام الدین" کے نام سے معروف ہے۔ اسی بستی کی بنگلہ والی مسجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی معروف عالم تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ ۱۸۵۷ء کے خونی حادثہ کے بعد مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ان کے علوم و معارف کے تحفظ کے لئے ابھرنے والی عظیم تحریک دیوبند کے سرخیل اور امام حضرت الشیخ الحاج امداد اللہ (مہاجر مکی) رحمہ اللہ تعالیٰ ویسے تو سارے ہی سلاسل میں بیعت تھے اور خود بھی سبھی سلاسل میں بیعت کرتے لیکن ان پر چشتی سلسلہ کی نسبت غالب تھی اور وہ صابری چشتی سلسلہ کے اتنے بڑے شیخ تھے کہ خواجہ اجمیری اور شیخ فرید جیسے بزرگوں کی طرح انہیں قبول عام حاصل تھا ان کے خدام اور تربیت یافتہ حضرات کی بڑی تعداد ہے جنہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں بڑا کردار ادا کیا ان بزرگوں میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمود حسن شیخ الھند، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا سید صدیق احمد مدنی، مولانا اشرف علی تھانوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسے حضرات کے نام سامنے آئے ہیں۔ دیوبندی کی علمی تحریک کے بہت کم حضرات دوسرے سلسلوں سے وابستہ تھے زیادہ تر حضرات چشتی صابری سلسلہ سے وابستہ تھے۔ اور حاجی صاحب کے بعد مولانا گنگوہی کو سب سے زیادہ مرجعیت حاصل تھی۔

حضرت شیخ الہند، مولانا مدنی اور ان کے برادر بزرگ مولانا صدیق احمد انہی سے وابستہ تھے۔ ان کے معارف کی تکمیل آپ نے ہی کی البتہ معارف کی تکمیل کے بعد اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بغرض امتحان پیش کیا یوں ان حضرات کو دوہری تربیت کے مزے لوٹنے کا موقعہ ملا۔

معروف محدث اور حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کے شارح مولانا خلیل احمد قدس سرہ بھی مولانا گنگوہی کے ہی فیض یافتہ تھے اور سفر حج میں انہوں نے بھی حاجی صاحب قدس سرہ سے استفادہ کیا۔ مولانا خلیل احمد کے فیض یافتہ مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز کو جو مقام و احترام ملا وہ ہمارا آنکھوں دیکھا معاملہ ہے جبکہ مولانا مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے لئے جو احترام ہر جگہ موجود ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے۔ اسی طرح رائے پور کی معروف عالم خانقاہ کے شیخ الشیوخ مولانا شاہ عبدالرحیم بھی حضرت گنگوہی کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا محمد زکریا کے والد گرامی مولانا محمد یحییٰ اور چچا مولانا محمد الیاس بھی اسی مے خانہ کے جرعہ نوش تھے اور تو اور حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ تھانہ بھون کے وارث مولانا تھانوی کی تربیت کا بڑا حصہ مولانا گنگوہی کا مرہون منت ہے۔

ہمیں آج کی صحبت میں خانقاہ رائے پور کے حوالہ سے گفتگو کرنا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس خانقاہ کے بانی حضرت شاہ عبدالرحیم تھے جو میدان تصوف کے ساتھ ساتھ علم و جہاد کی دنیا کے بھی عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے بلکہ قافلہ سالار۔ حضرت شیخ الہند کی تحریک حریت سے ایک زمانہ واقف ہے اس تحریک نے انگریز سرکار کو ہلا کر رکھ دیا تھا اگر بعض غداران وطن بے راہ روی کا مظاہر نہ کرتے تو تاریخ کا رخ دوسرا ہوتا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت شیخ الہند کے دست و بازو تھے اور شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد تحریک کی پوری کمان انکے ہاتھ میں تھی۔ افسوس کہ "علماء ہند کے شاندار ماضی" کے فاضل مصنف ان معاملات میں انصاف نہ کرسکے اور تاریخ کے اس عظیم باب کو انہوں نے اس طرح نظر انداز کردیا کہ ہماری طرح کے بہت سے عقیدت کیش انگلیاں دانتوں میں دبا کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ اس رویہ کا سبب کیا ہے؟

واقفان حال کی رائے یہ ہے کہ معروف عالم تبلیغی تحریک، تحریک ریشمی رومال اور تحریک احرار کی ابتدائی منصوبہ بندی اسی خانقاہ کے مختصر حجرہ میں ہوئی۔ اور ان تحریکوں کے لئے اس مختصر حجرہ میں جو دعائیں ہوئیں وہ رنگ لاکر رہیں حضرت شاہ عبدالرحیم کے خدام اور عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ خلفاء بھی بڑی تعداد میں تھے لیکن جو مقام و منزلت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوئی، وہ انہی کا حصہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اصلاً میرے آبائی ضلع کے رہنے والے تھے۔ قدرت انہیں حضرت شاہ عبدالرحیم کی خدمت میں لے گئی کچھ دن کے قیام کے بعد واپسی کا عزم سفر کیا تو شیخ نے عجیب سے لہجہ میں فرمایا "میاں عبدالقادر ہمارا خیال تو یہ تھا اب مرنا جینا ساتھ ہوگا" مرید باصفا نے دل سے نکلے ہوئے ان کلمات کو سنا تو بستر کھول دیا اور پھر کوئے یار کے ہوکر رہ گئے حضرت الشیخ کی شفقت اور مرید باصفا کی نیازمندی تاریخ کا ایک روشن و منور باب ہے اور ۱۹۶۲ء میں دنیا سے رخصت ہونے والے مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کو دیکھنے والے ابھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کا خلوص، للھیت، معصومیت اور سادگی نے ایک دنیا کا رخ بدل دیا۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں میں علماء کی کثرت تھی جن ارباب دانش و علم کو ان کے یہاں سے بلا

نوشان محبت کی رہنمائی کے لئے اشارہ ہوا اور تصوف کی اصطلاح میں جو ان کے خلفا قرار پائے ان کے نام دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے۔

مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں، مولانا عبد العزیز چک نمبر ۱۱، پیرجی عبد اللطیف جیچہ وطنی، مولانا عبد العزیز گمتھلوی، مولانا سعید احمد ڈونگہ بونگہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد انوری، مولانا محمد عبد اللہ ساہیوال، میر گوہر علی صاحب راولپنڈی، سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، مولانا انیس الرحمن لدھیانوی وغیرہ

ایسے کتنے ہی آسمان علم و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے جن میں سے ہر فرد اپنی جگہ ایک مستقل انجمن تھا۔۔۔۔۔ پھر ملک بھر کی سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے عمائدین ان کے یہاں برابر حاضر ہوتے کانگریس ہو یا مسلم لیگ۔ جمعیتہ علماء ہند ہو یا مجلس احرار اسلام ہر پارٹی کے صف اول کے اکابر و عمائدین ان کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے۔ جمعیتہ کے اکابر ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے تو احرار کے اکابر و رہنما کار تو ان کے یہاں لاڈلے بچوں کا سا مقام رکھتے، حضرت والا ان حضرات کی جس طرح ناز برداریاں کرتے اگر کوئی ان سر فروشوں کے متعلق ذرا سی کوئی بات کر دیتا تو حضرت کبیدہ خاطر ہو جاتے اور کھلے عام ناراضی کا اظہار فرماتے ان کی نگاہ میں ان رندوں کا جو مقام تھا وہ بڑے بڑے عابد شب زندہ دار لوگوں کا نہیں تھا۔ ان کی نگاہوں میں اکابر اسلام کی وہ تاریخ تھی کہ کس طرح انہوں نے بہادر اور جی دار لوگوں کو روایتی عابدین و زاہدین پر ترجیح دی۔ حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے شاگرد رشید الامام المجاہد عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے حرم مکی کے مستقل مسافر اور معروف صوفی بزرگ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالی کو جو خط لکھا وہ حضرت رائے پوری جیسے مرد حق آگاہ کی نگاہ میں تھا حضرت الامام نے حضرت فضیل کو لکھا تھا کہ "میاں تم خانہ کعبہ کے گوشہ عافیت میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہو اور یہاں اللہ کی مخلوق پر جو گذر رہی ہے اس کا آپ کو احساس و اندازہ نہیں"؟ حضرت فضیل خط دیکھ کر رو پڑے اور خط لانے والے سے فرمایا کہ واقعی انہوں نے سچ فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت رائے پوری اس صورت حال سے آگاہ تھے وہ محض صوفی نہ تھے بلکہ وہ صوفیاء کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو "باللیل رہبان اور بالنہار فرسان" کا مصداق تھے اس لئے ان کی سوچ مختلف تھی اور وہ اپنی اسی سوچ کے حوالہ سے بندوں کو خوب پہنچانتے تھے احراری درویشوں کے لئے ان کی بارگاہ میں بڑا مقام تھا۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بہت واضح انداز سے یہ اشارہ دیدیا تھا کہ ان کے بعد ان کی مسند کے وارث مولانا عبد العزیز ہوں گے۔ وہی مولانا عبد العزیز جو گذشتہ قمری سال کے آخری مہینہ میں موت کے سفر پر روانہ ہو کر رائے پور میں دفن ہوئے۔ مولانا عبد العزیز اعلی حضرت شاہ عبد الرحیم کے حقیقی نواسے تھے، راجپوت خاندان کے چشم و چراغ، اپنے عظیم نانا کی گود میں ان کی تربیت ہوئی۔ ان کی نگرانی اور مشورہ سے تعلیم کا سلسلہ تکمیل پذیر ہوا۔ سہارنپور کی معروف عالم درسگاہ کے عظیم اساتذہ نے ان کی تعلیم میں حصہ لیا۔ صاحبزادگی کے تقاضوں سے بلند ہو کر انہوں نے علمی سفر طے کیا اور پختہ کار عالم ہو کر سامنے آئے۔ گھر کے پاکیزہ ماحول سے لے کر خانقاہ کے نورانی ماحول تک میں پلے بڑھے، نانا حضور کے سانحہ ارتحال کے بعد ان کے عظیم المرتبت خلیفہ شاہ عبد القادر سمیت حضرت کے جملہ متوسلین کی محبتوں اور چاہتوں کا وہ

مرکز تھے۔ سبھی لوگ ان سے پیار کرتے اور وہ بھی ہر ایک کے ساتھ ان کی عمر اور علم و فضل کے حوالہ سے برتاؤ کرتے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحہ ارتحال پر ان کی تدفین کے حوالہ سے بعض الجھنیں پیدا ضرور ہوئیں اور حلقہ میں دراڑیں بھی پڑیں لیکن وقت گذرنے کے ساتھ وہ زخم مندمل ہوگئے اور حلقہ کی رونق لوٹ آئی، مولانا عبدالعزیز کا خاندانی پس منظر بہت بڑا تھا۔ راجپوت قبیلہ کی روایات بھی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ مادی وسائل بھی بے پناہ تھے لیکن قرآن کریم سے ان کا تعلق، سنت رسول سے محبت اور ذکر و فکر کا اہتمام۔ اہلِ خاندان اور متوسلین کی خدمت و تربیت، وہ کسی چیز سے بھی غافل نہ تھے۔ اور تمام معاملات بڑی ذمہ داری سے نبھاتے۔

تقسیم ملک کے بعد تبادلہ آبادی کے پیش نظر جو مسائل اٹھے ان سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے ان مسائل سے واسطہ پڑا، مولانا مرحوم کو بھی رزق حلال کی یافت کے لئے جدوجہد کرنا پڑی۔ ویسے بھی اس زمانہ میں ان کی اولاد ان مسائل کا بوجھ اٹھانے کی متحمل نہ تھی لیکن اپنے شیخ کی طرف سے جونہی یہ عظیم ذمہ داری سر پر آئی وہ کوچۂ یار کے ہوکے رہ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوگیا کہ ظاہری عادات و اطوار، وضع قطع، لباس، خوراک، نشست و برخاست تک میں ایسے محسوس ہونے لگا کہ وہ ہوبہو شیخ کی تصویر ہیں۔ ابتدائی طور پر انہیں دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا جیسے مولانا عبدالعزیز نہیں شاہ عبدالقادر بیٹھے ہیں، اپنے شیخ کے رنگ میں اس طرح رنگ جانے کا منظر بہت کم ہی نظر آتا ہے اور آج کی مادیت گزیدہ دنیا میں تو ایسا بہت کم ہوتا ہے لیکن ہم اس بات کی علی رؤس الاشہاد شہادت دے رہے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز نے اپنے آپ کو شیخ کے رنگ میں ایسا رنگا کہ ایک دنیا دنگ رہ گئی، یہ ان کی سلامتی طبع اور اپنے شیخ سے حقیقی تعلق کی دلیل تھی۔

ہم نے تین سال سرگودھا میں بغرض تعلیم گذارے۔ امام العصر مولانا سید انور شاہ کے شاگرد رشید مولانا مفتی محمد شفیع کے مدرسہ کے ہم طالب علم تھے اور مولانا عبدالعزیز کا مکان مدرسہ سے قریب ہی تھا۔ ان کے فرزند گرامی اور موجودہ جانشین مولانا سعید احمد سے ہمارا بہت تعلق خاطر تھا۔ اکثر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوتا ہمارے والد گرامی مولانا محمد رمضان علوی کا بیعت کا تعلق تو خانقاہ سراجیہ کندیاں سے تھا لیکن حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری سے بے پناہ عقیدت تھی اور حضرت بھی بے پناہ محبت کا اظہار فرماتے۔ مولانا عبدالعزیز اس صورت حال سے آگاہ تھے اس لئے اباجان پر ان کی بڑی نظر تھی اور وہ ہم سے بہت محبت فرماتے۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ تدفین کے لئے براستہ سرگودھا ڈھڈیاں لایا گیا۔ سرگودھا کے کمپنی باغ میں حضرت کا جنازہ مولانا نے پڑھایا۔ ہم نے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ منادی کی تھی۔ اس دن ہم نے مولانا کو جس حال میں دیکھا اس کی تصویر کشی بڑی مشکل ہے۔ وہ اپنے شیخ کے انتقال سے انتہائی غم زدہ اور نڈھال تھے، آنکھوں میں آنسو، لہجہ گلوگیر، غم بالائے غم یہ کہ وہ حضرت کی خواہش کے مطابق حضرت کی نعش کو ہندوستان لے جانے کا نظم نہ کرسکے۔ اس کا بہت صدمہ تھا اور وہ اس پر انتہائی پریشان تھے۔ ہم نے ان کے مکان پر بارہا بہت سے علماء اور احرار بزرگوں اور کارکنوں کو دیکھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر ان حضرات کے ساتھ جس مہر و محبت کا برتاؤ فرماتے مولانا کا بھی یہی حال تھا۔ وہی شفقت وہی محبت وہی دلداری و دلدہی۔ وہی خاطر تواضع، مہمان نوازی، مولانا عبدالہادی دین پوری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا درخواستی، مفتی محمود اور سید ابوذر بخاری جیسے

حضرات کی آمد پر ان کی خوشیاں دیدنی ہوتیں۔ ان کے خاندان کی خواتین بڑی تعداد میں آنے والے مہمانوں کے لیے کھانے میں مشغول رہتیں، دستر خوان سجتا تو مولانا کے فرزندان لوٹا ہاتھ میں اٹھائے مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے، جوتیاں سیدھی کرتے، کھانے اٹھا کر لاتے، رات آرام کرنے والوں کی راحت کا پورا اہتمام ہوتا اور حضرت خود تمام باتوں کی نگرانی فرماتے۔

راولپنڈی میں جہاں ہمارے اباجان مقیم تھے حضرت کا سفر ہوتا تو میر گوہر علی صاحب کے یہاں قیام ہوتا کبھی کبھار رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے فرزند نسبتی مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے یہاں کئی مرتبہ خود اللہ صاحب کے محلہ کی مدنی مسجد کے امام قاری محمد اسحق صاحب کے یہاں قیام ہوتا۔ حضرت جہاں بھی ہوتے اباجان حاضر باش لوگوں کی صف اول میں ہوتے۔ حضرت قریب تر بٹھاتے وہی چاہت وہی محبت وہی مخلصانہ برتاؤ، احقر نے اپنے اباجان اور برادر بزرگ مولانا عزیز الرحمن کی معیت میں بڑے حضرت کو بارہا دیکھا، زیارت کی، ان کی پاکیزہ مجلس کے مزے لوٹے۔ اب جو مولانا عبد العزیز کو دیکھا تو حضرت کی مجلسوں کا نقشہ ذہن میں آگیا۔۔۔۔ ایک مرتبہ ہم حضرت کے لاہور کے آخری دور کے میزبان حاجی متین احمد صاحب کی معیت میں ڈھڈیاں سے سرگودھا آئے۔ حضرت انتہائی علیل اور صاحب فراش تھے لیکن انہوں نے حاجی صاحب کو بڑے حضرت کے تعلق کے حوالہ سے جس محبت سے سرفراز فرمایا اور لیٹے لیٹے سینے سے چمٹالیا وہ نظارہ ہمارے سامنے ہے ہم نے اس سے گہرا اثر لیا۔ ہمیں گنہگاروں کو بھی سینہ سے لگایا، محبت سے خیریت پوچھی اباجی کے احوال معلوم کئے اور پھر فرزندان عزیز کو فوری طور پر مہمان نوازی پر لگادیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دستر خوان لگ گیا اور انواع و اقسام کی اشیاء خورد و نوش جمع ہوگئیں، حضرت چارپائی پر لیٹے لیٹے نظر رکھے ہوئے ہیں اور اصرار سے مختلف اشیاء کے کھانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اللہ اللہ یہ محبت، یہ عنایت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زندگی کے آخری ماہ و سال میں وہ مرحوم مولانا محمد اکرم کے فرزندان کے یہاں لاہور میں تشریف لاتے رہے۔ اب بستر سے لگ چکے تھے تمام معمولات دوسروں کے سہارے ادا ہوتے لیکن تلاوت، ذکر و اذکار اور نماز کے اہتمام کے ہم نے ایسے واقعات دیکھے کہ عقل حیران ہوگئی۔۔۔ ان کی روح یاد الٰہی میں گویا ڈوب چکی تھی اور علائق دنیا سے بے نیاز اور اپنے پیدا کرنے والے کی محبت میں سرشار ہو کر رہ گئے۔۔۔۔۔ بیماری کا یہ حال کہ حرکت بغیر سہارے مشکل۔۔۔۔ لیکن طہارت نظافت اور ذکر و اذکار کا ایسا اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور چہرے پر ایسی رونق اور ایسی نورانیت کہ دامن دل می کشد والی کیفیت۔۔۔۔۔۔۔ آخر وقت موعود آگیا، سرگودھا سے لاہور تک جنازے ہوئے، علماء، صلحا اور ہر طبقہ کے حضرات نے آخری زیارت کی، ہندوستان کی حکومت نے ان کی خواہش کے احترام میں تمام سہولتیں مہیا کیں اور انہیں براہ دہلی رائے پور (سہارنپور) لے جاکر نانا ابا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔۔۔

خدا رحمت کند ایں

قدرت اللہ شہاب

چناب کے کنارے

اگر آپ ترقی اور اعلیٰ درجات کے طالب ہیں تو آپ کو ضلع جھنگ کی زیارت کے لئے ضرور جانا چاہئے یہاں آپ راہِ سلوک کا سفر منزل بہ منزل مقام بہ مقام نہایت بے تکلفی سے طے کر سکتے ہیں۔

جھنگ پہنچتے ہی آپ کا خیر مقدم ایک سادہ سی قبر کرتی ہے جس کے کتبے پر یہ تحریر ہے کہ یہ مزار شریف حضرت میاں رانجھا رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مائی ہیر صاحبہ کا ہے جنہوں نے عشقِ حقیقی کی آگ جلا کر بنی نوعِ انسان کی روح کو گرمایا۔ اب وارث شاہ اپنی شاعری کی ترنگ میں جو جی چاہے لکھ ڈالے۔ لیکن اس قبر کا کتبہ بڑی شدت سے اعلان کرتا ہے کہ خبردار۔ یہ اولیاء اللہ کا مرقد ہے اور جو مجاور یہاں بیٹھتا ہے وہ بھی بڑی عقیدت سے آپ کو جوتے اتارنے' فاتحہ کہنے اور منت مانگنے کے آداب سکھاتا ہے اور جھنگ مگھیانہ کے گلی کوچوں میں بسنے والے بے شمار محبت نواز جوڑے شہادت دیتے ہیں کہ اس مزار کا قرب زندگی کے بہت سے عقدوں کا حل فراہم کر دیتا ہے۔

اگر آپ جھنگ سے اٹھارہ اُنیس میل شمال کی طرف جائیں تو آپ کی دوسری منزل کھیوا پڑے گی۔ یہ صاحباں کا گاؤں تھا۔ جہاں مرزا طویل مسافتیں گھوڑے پر طے کر کے اس سے ملنے آیا کرتا تھا مرزا صاحباں کے قصے پر بھی بر خود غلط شاعروں نے رومانی رنگ چڑھا رکھے ہیں لیکن اگر آپ اس گاؤں کے بڑے بوڑھوں سے اس قصے کی بابت کوئی بات ذرا بے احتیاطی سے پوچھ بیٹھیں گے تو وہ آپ کو بڑی غضب ناک نگاہوں سے گھوریں گے اور آپ کی جہالت اور گمراہی پر لاحول پڑھتے ہوئے آپ کو ایک پرانی اور بوسیدہ سی مسجد میں لے جائیں گے تاکہ آپ نماز دوگانہ ادا کر کے اپنے باطن کی طہارت کر لیں یہ مسجد بی بی صاحباں کی مسجد ہے اور گاؤں والے بڑی عقیدت مندی سے آپ کو بتائیں گے کہ اس مسجد میں بی بی صاحباں دن رات نوافل ادا کیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کا نام اللہ کے منتخب شہیدوں میں درج ہو گیا۔ چنانچہ آج بھی بہت سی نیک بیبیاں اغوا ہونے سے پہلے یا اغوا ہونے کے بعد اس تاریخی مسجد میں برکت حاصل کرنے کے لئے آیا کرتی ہیں۔ بلکہ اگر کوئی عورت اس مسجد میں سربسجود نظر آئے تو بلا تردد یہ قیاس کر لیا جاتا ہے کہ یہ بی بی صاحباں کی طرح عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف ترقی پذیر ہے۔

بی بی صاحباں پر جو درجۂ ولایت نازل ہوا۔ اس کی روئیداد بھی اہلِ قلب و نظر کے لئے بڑی کرامت والی چیز ہے کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کی دخترِ نیک اختر گھر سے فرار ہو گئی تھیں۔ وہ اس کی تلاش میں گھومتے گھامتے کھیوا آ پہنچے یہاں پر سرِ راہ صاحباں کی ماں سے ملاقات ہو گئی۔ بزرگ نے اس سے اپنی بیٹی کی نسبت دریافت کیا صاحباں کی ماں نے جواب دیا کہ میں آوارہ چھوکریوں کا حساب کتاب نہیں رکھا کرتی اس لئے مجھے تمہاری دخترِ فرخندہ بخت کی بابت کچھ معلوم نہیں۔ اس پر بزرگ جلال میں آ گئے اور

حالتِ جذب میں انہوں نے بد دعا دی کہ جا تیری بیٹی بھی تیرا نام روشن کرے گی۔ کچھ عرصہ کے بعد صاحباں پیدا ہوئی اور جیسا کہ تاریخ شاہد ہے اس نے اپنی ماں کا تو نہیں بلکہ اپنا نام خوب روشن کیا اور اس روشنی کا نور آج تک مغویہ عورتوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔

غالباً چناب کے پانی ہی میں کچھ کرامات ہے کہ اس کے کنارے جس کسی نے عشق کیا وہ بے تکلف درجۂ ولایت تک پہنچ گیا ہیر ورانجھا اور مرزا صاحباں کی تو پرانی باتیں ہیں لیکن آج بھی اس دریا کے کنارے ایک جگہ ایسی ہے جہاں عشق و محبت کی آمیزش سے کشف و کرامات تصوّف اور معرفت کے بہت سے عقدے حل کئے جاتے ہیں یہاں پر ایک پیر صاحب تھے جن کے نام کے ساتھ فخرِ سالکاں' رہنمائے عاشقاں' محبِ عارفاں کی قسم کے کوئی گز بھر القاب اور خطابات لگا کرتے تھے اگر ان کے نام اور القاب کو کسی تختی پر لکھا جائے تو اس کی صورت ایک کتبے کی طرح بن جاتی ہے جو مقدس مزاروں کے سرہانے آویزاں کیا جاتا ہے پیر صاحب پکی سڑکوں پر شاندار کار استعمال کیا کرتے تھے' کچی سڑکوں کے لئے اسٹیشن ویگن تھی۔ اس کے علاوہ دس بارہ اعلیٰ قسم کے گھوڑے تھے جن پر وہ خود کبھی سوار نہ ہوئے تھے۔ تین ساڑھے تین درجن نسلی کُتے تھے جن کی خدمت کے لئے بہت سے خادم مامور تھے۔ کبوتروں کا بھی شوق تھا اور گاہے گاہے بٹیروں کی پالی سے بھی جی بہلایا کرتے تھے۔

درگاہ شریف پر درویشانہ ٹھاٹھ تھے لیکن مریدوں کی سہولت کے لئے بہ اَمرِ مجبوری پنجاب اور سندھ کے متعدد شہروں میں جدید طرز کی کوٹھیاں بنوا رکھی تھیں۔ گدّی کے نام پر بہت سی اراضی وقف تھی اور سال بھر میں عقیدت مندوں سے بہت سا نذرانہ بھی آجاتا تھا صوفیائے کرام کا مسلک ہے کہ دنیاوی مال و متاع راہِ سلوک کا راہزن ہوتا ہے چنانچہ ایمان کی سلامتی کے لئے پیر صاحب اپنی ساری آمدنی بڑی باقاعدگی سے ٹھکانے لگاتے رہتے تھے۔ گرمیوں میں مری' کوئٹہ' ایبٹ آباد اور سردیوں میں لاہور' پشاور اور کراچی کے شہروں کو فیض پہنچایا جاتا تھا۔ عرس شریف کے موقعے پر گاؤں والے روحانی ثواب حاصل کرتے تھے اور اس طرح پیر صاحب سارا سال اپنے مریدانِ باصفا کی خاطر بڑے بڑے دینی اور دنیاوی مجاہدوں میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عرس شریف کا آخری روز تھا۔ محفلِ سماع کے لئے دُھوم دھام کا اہتمام تھا گدّی کے بائیں طرف افسروں کی نشستیں تھیں۔ دائیں طرف پیر بھائی رؤسا اور سیاست زدہ اصحاب تشریف فرما تھے۔ عین سامنے درویشوں کا گروہ تھا۔ جن پر قوالی کے وقت یکے بعد دیگرے حال طاری ہونے والا تھا۔ وجدان کی سہولت کے لئے لاہور سے طریقت پسند لڑکوں کی ایک پارٹی بھی آئی ہوئی تھی اور وہ باریک ململ کے کرتے اور ترچھی ٹوپیاں پہنے بڑے ادب سے روزانو بیٹھے تھے ان سب کے درمیان قوالوں کا ساز و سامان تھا اور پیچھے حدِ نگاہ تک زائرین کا اجتماع تھا۔ یہ عقیدت مند دُور دراز مقامات سے آئے ہوئے تھے ان کے پاس نہ سواری کے لئے موٹریں تھیں نہ گھوڑے اور پالکیاں تھیں لیکن ہر سال روحانیت کی کشش سفرِ وسیلۂ ظفر کی ہر دشواری و صعوبت کے باوجود یہاں کھینچ لاتی تھی۔ شاید یہ لوگ اپنے ہل کا بیل فروخت کر کے یہاں آئے تھے شاید انہوں نے اپنی بیویوں کے زیور یا اپنی بیٹیوں کے جہیز رہن

رکھ کر نذرانے کا انتظام کیا تھا۔ شاید یہ جب واپس لوٹیں گے تو انہیں کئی کئی مہینے فاقہ سے گزارنے پڑیں گے کیونکہ ان کی گندم کے فالتو ذخیرے پیر صاحب کے لنگر کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔

قوالوں نے بڑی خوش مستی کے ساتھ ہارمونیم کی تان چھیڑی۔ درویشوں کے سر جھومنے لگے طریقت پسند لڑکے چٹکیاں بجا بجا کر بیٹھے بیٹھے بڑی ادا سے کمریں مٹکانے لگے۔ پیر صاحب کا مور چھل طرّہ بھی جنبش میں آیا جیسے بین کی آواز پر سانپ کا پھن لہرا رہا ہو۔ گلاب پاش تیزی سے گردش کرنے لگے انگیٹھیوں میں عود و عنبر اور لوبان سُلگنے لگے، اور اس سوندے سوندے ماحول میں بھاگیشری کے سُر میں قوالوں نے جامی کی غزل شروع کی۔ ایک ایک بول تال پر روحیں بے تحاشہ پھڑکنے لگیں۔ پیر صاحب زور زور سے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے۔ افسر لوگ اپنے وقار کی بندشوں کی وجہ سے کبھی کبھی محض سر ہلا دیتے تھے سیاست زدہ اصحاب اس سے بھی زیادہ وقار کے مدِنظر سر کی جگہ چوری چوری پاؤں ہلاتے تھے۔ عقیدت مندوں کا ہجوم جو اکثر فارسی سے بے بہرہ تھا نہ سر ہلاتا تھا نہ پاؤں لیکن پیر بھائی درویش اور طریقت پسند لڑکے آپے سے باہر ہو رہے تھے وہ بے اختیار گردنیں مٹکاتے تھے۔ سجدوں میں گرتے تھے اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو ہو کر راگنیوں کی تان پر جھومتے تھے اور پھر یکایک کئی درویش ہُو حق کا نعرہ لگا کر میدان میں کُود پڑے ایک صاحب اپنی سفید داڑھی کو مٹھیوں میں پکڑ کر ناچنے لگے دو درویش ایک دوسرے کے گلے سے لپٹے رموزِ بے خودی فاش کرنے لگے ساری مجلس مؤدبانہ کھڑی ہو گئی اور عقیدت مند جھک جھک کر نذرانے پیش کرنے لگے۔ پیر صاحب انہیں ہاتھ سے چھو چھو کر قوالوں کے حوالے کرتے جاتے تھے۔ ایک طالب علم نے اپنا فونٹین پین پیش کیا کیونکہ اس کی جیب سے پیسے ختم ہو گئے تھے۔ ایک کسان نے جو کے ستوؤں کی پوٹلی نذر کی جسے وہ غالباً زادِ راہ کے طور پر اپنے ساتھ لایا تھا۔

جامی کے بعد حافظ، خسرو اور اقبال کی قوالی ہوئی اقبال کی قوالی پر پیر صاحب کو بھی وَجد آ گیا اور جب وہ فارغ ہو کر بیٹھے تو ان کے چہرے پر جلال اور سَر پر جمال تھا۔ دراصل سَر پر اصلی مقام پگڑی کا ہے۔ لیکن اس وقت پیر صاحب کے سر پر صرف جمال ہی جمال تھا کیونکہ ان کی پگڑی کو ابھی ایک خادم بڑے ادب سے اٹھائے باریک چقوں کے پیچھے لے گیا تھا۔ جہاں بہت سی عقیدت مند عورتیں رحمتِ خداوندی کے انتظار میں ہمہ تن گوش بیٹھی تھیں۔ خادم پگڑی اٹھائے جمیلہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا جمیلہ کی ماں اسے پہلی بار عرس شریف میں لائی تھی تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں جمیلہ کی شادی کے لئے دعا کرے پگڑی کو دیکھ کر جمیلہ رونے لگی۔ لیکن اس کی ماں نے اسے جھڑک دیا۔ جمیلہ بیٹی اللہ کے دربار میں رو کر نافرمانی نہیں کیا کرتے۔ اس مقدس پگڑی ہی میں اولیائے کرام کی وراثت محفوظ ہے اس پگڑی کے ساتھ بزرگی، عظمت اور معرفت کی روایاتِ صادقہ وابستہ ہیں اس پگڑی کے سہارے پیروں کی پشت ہا پشت عرشِ عظیم کے میناروں میں چڑھتی رہی ہیں۔ اس پگڑی کی سلوٹوں سے فیض کے چشمے بہتے ہیں۔ صدیوں سے بندگانِ خاص و عام کو یہ پگڑی انوارِ تجلیات سے سرفراز کرتی رہی ہے یہ بڑی مرادوں والی پگڑی ہے اس پر ایجاب و قبول کے سب دروازے وا ہیں' یہ پگڑی خدا کی بارگاہ سے کبھی خالی نہیں لوٹتی تو

(بقیہ صہ ۲۹ پر)

مفتی ابو معاویہ منظور احمد تونسوی

آخری قسط

آزر ــــــ کون ؟

چند شبہات کا ازالہ

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں امام ابی العباس شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانیؒ المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں :

وابراهيم هو ابن آزر واسمه تارح بفوقية وراء مفتوحة آخره حاء مهملة ابن ناحور بنون ومهملة مضمومة ابن شاروخ بمعجمة وراء مضمومة آخره خاء معجمة ابن راغو بغين معجمة ابن فالغ بفاء ولام مفتوحة بعدها خاء معجمة ابن عيبر ويقال عابر وهو بمهملة وموحدة ابن شالخ بمعجمتين ابن ارفخشد بن سام بن نوح۔

(ارشاد الساری صفحہ ۳۴۲ ج ۵ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اور ابراہیم (علیہ السلام) وہ بیٹے ہیں آزر کے اور نام اس کا تارح (تاء فوقانیہ اور راء مفتوحہ اس کے آخر میں خاء مہملہ ہے) ابن ناحور (شین معجمہ کے ساتھ) ابن فالغ (فاء اور لام مفتوحہ اس کے بعد خاء معجمہ) ابن عیبر عابر بھی کہا گیا ہے (راء مہملہ اور موحدہ کے ساتھ) ابن شالخ، ابن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام،

آگے لکھتے ہیں کہ اس نسب نامہ میں جمہور میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا، البتہ بعض ناموں کے تلفظ میں اختلاف کیا گیا ہے۔

امام موصوفؒ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(حدثنا اسمٰعیل بن عبد اللہ)
بن ابی اویس الاصبحی بن اخت
الامام مالکؒ (قال اخبرنی
ولابی ذر (حدثنی کلاھما بالافراد
(اخی عبد الحمید) ابو بکر الاعشی
بن ابی اویس (عن ابی ذئب) محمد
بن عبد الرحمٰن (عن سعید)
ابن ابی سعید (المقبری) بضم
الموحدة (عن ابی ھریرة
رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم) انہ (قال یلقی
ابراھیم ابوہ آزر یوم القیامة
وعلی وجہ آزر یوم القیامة
وعلی وجہ آزر قترة) سواد
کالدخان (وغبرة) غبار
وتقدیم الظرف للاختصاص
(فیقول لہ ابراھیم الم اقل
لک لا تعصنی) مجزوم علی النہی
بحذف حرف العلة (فیقول
ابوہ فالیوم لا اعصیک فیقول
ابراھیم یا رب انک وعدتنی

کہ

حدیث کی سند بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے جب کہ اس کے منہ پر سیاہی چھا رہی ہو گی اور چہرہ غبار آلود ہو گا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے کہ میں نے تجھے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی مت کرو تو اس وقت آزر کہے گا کہ اب تیری نافرمانی نہیں کروں گا تو پھر ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے اے میرے پروردگار! تیرا میرے ساتھ یہ وعدہ تھا کہ مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ جس دن مُردے اٹھائے جائیں گے تو اس سے بڑھ کر

ان لا تخزینی) ای لا تھیننی
ولا تذلنی (یوم یبعثون
فای خزی اخزی من (خزی
(ابی) آزر (الابعد) من
رحمة الله وعبر بافعل التفضیل
لان الفاسق بعید والکافر
ابعد منه (فیقول الله تعالی
انی حرمت الجنة علی الکافرین)
ای وان اباك کافر فهی حرام علیه
(ثم یقال له ابراهیم فانظر
ما تحت رجلیك فینظر فاذا
هو بذیخ) بذال وخاء معجمتین
بینهما تحتیة ساکنة ذکر
ضبع کثیر الشعر والانثی
ذیخة والجمع ذیوخ واذیاخ
وذیخة (متلطخ) بالرجیع
او بالدم صفة لذیخ وعند
الحاکم من طریق ابن سیرین
عن ابی هریرة فیمسخ الله اباه
ضبعا (فیؤخذ بقوائمه)
بضم الیاء وفتح الخاء مبنیا
للمفعول (فیلقی فی النار) وعند
ابن المنذر فاذا رآه کذلك
تبرأ منه والحکمة فی

اور کیا رسوا ہوگی کہ میرا باپ آزر آج
رحمت سے دور کر دیا گیا ہے (اس وقت)
ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے متعلق
افعل تفضیل یعنی مبالغے کا صیغہ استعمال
فرمائیں گے ابعد یعنی رحمت خداوندی سے
بہت ہی دور) تو اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں
فرمائیں گے کہ میں نے اپنی جنت کافروں پر
حرام کردی ہے یعنی اے خلیل علیہ السلام
تیرا باپ کافر ہے اور یہ جنت اس پر حرام
ہے پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا
کہ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو۔ پس
جب ابراہیم علیہ السلام اپنے پاؤں
کی طرف دیکھیں گے تو وہ خون اور گوبر میں
لت پت ایک کفتار ہوگا (پھر لفظ ذیخ
کا اعراب ضبط کیا کہ پہلے ذال معجمہ ہے
پھر خاء معجمہ ان دونوں کے درمیان یا
تحتانیہ ساکنہ ہے اور یہ نام ہے زیادہ
بالوں والے مذکر کفتار کا، اس کی مونث
ذیخہ آتی ہے اور جمع ذیوخ اذیاخ) پھر
مسخ شدہ آزر کو آگ میں ڈال دیا جائے
گا۔ اور حاکمؒ نے ابن سیرینؒ کے طریق سے
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ
کو ضبع (کفتار) کی صورت میں مسخ کر دیں گے

كونه وكان قبل حملته الرأفة
على الشفاعة له فظهر له في
هذه الصورة المستبشعة ليتبرأ
منه والحكمة في كونه مسخا
ضبعًا دون غيره من الحيوان
ان الضبع احمق الحيوان ومن
حمقه انه يغفل عمّا يجب
التيقظ له فلما لم يقبل
آزر النصيحة من اشفق
الناس عليه وقبل خديعة
الشيطان اشبه الضبع الموصوف
بالحمق قال الكمال الدميري
وفي هذا الحديث دليل على ان
شرف الولد لا ينفع الوالد
اذا لم يكن مسلمًا وهذا الحديث
اخرجه ايضًا في تفسير سورة
الشعراء الخ -!

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للقسطلانی
ص۲۴۳ و ص۲۴۴ ج ۵)

اور پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر اس کو
آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور منذر سے
روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب اس
کو مسخ شدہ صورت میں دیکھیں گے تو فرمائیں گے
تو میرا باپ نہیں ہے اس سے پہلے از راہِ شفقت
ابراہیم علیہ السلام شفاعت کریں گے، لیکن جب
اس کو اس بگڑی ہوئی صورت میں دیکھیں گے
تو اس سے برأت اختیار کر لیں گے، یعنی
اس سے لاتعلق ہو جائیں گے۔ اور آزر کے
ضبع (کفتار) کی صورت میں مسخ ہونے میں حکمت
یہ ہے کہ ضبع (کفتار) تمام حیوانوں سے زیادہ
احمق ہے اور آزر بھی سب سے بڑا احمق تھا
اس لئے کہ اس نے تمام کائنات سے زیادہ
شفیق انسان سے نصیحت قبول نہ کی، اور
شیطان کے دھوکے میں آ کر حماقت میں ضبع
کے مشابہ ہو گیا جیسا کہ محدث دمیری نے
کہا۔ اور اس میں اس بات پر بھی دلیل موجود ہے
کہ بیٹے کی شرافت اور فضیلت باپ کو کچھ فائدہ
نہیں دیتی۔ جب کہ باپ مسلمان نہ ہو یعنی غیر مسلم
باپ کو عذاب خداوندی سے بیٹے کی نیکی
نہیں بچا سکتی الخ۔

ارشاد الساری شرح البخاری جلد ہفتم میں علامہ قسطلانی رح لکھتے ہیں:۔

وبه قال (حدثنا اسمٰعيل)
بن ابی اویس واسمه عبد الله

الامام ابی العباس شہاب الدین احمد بن محمد
القسطلانی المتوفی سنہ ۹۲۳ھ اپنی شرح صحیح بخاری

الاوصبحي المدني قال رحدثنا)
ولابي ذر رحدثني بالافراد
راخي) عبد الحميد رعن ابن
ابي ذئب) محمد عبد الرحمٰن
رعن سعيد المقبري عن ابي
هريرة رضي الله عنه عن
النبي صلى الله عليه وسلم)
انه رقال يلقى ابراهيم)
رعليه الصلوٰة والسلام) راباه)
زاد في حديث الانبياء يوم القيامة
وعلى وجه ازر قترة وغبرة
فيقول له ابراهيم عليه الصلوٰة
والسلام الم اقل لك لا تعصني
فيقول ابوه فاليوم لا اعصيك
رفيقول) ابراهيم ريا رب انك
وعدتني ان لا تخزني) ولابي
ذر ان لا تخزيني ريوم يبعثون)
زاد في احاديث الانبياء فاي
خزي اخزى من ابي الابعد
رفيقول الله اني حرمت الجنة
على الكافرين) وزاد في احاديث
الانبياء ايضاً فيقال يا ابراهيم
ما تحت رجليك فينظر فاذا بذيخ
متلطخ فيؤخذ بقوائمه فيلقى

میں فرمان باری تعالیٰ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ
یُبْعَثُوْنَ الآیہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ ہمیں اسمٰعیل ابن ابی اویس نے
بیان کیا اور نام اس کا عبداللہ الاصبحی المدنی ہے
وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بھائی عبدالحمید
نے بیان کیا اور ابوذر کی حدیث میں جمع
رحدثنا) کے بجائے حدثنی مفرد کا صیغہ
استعمال ہوا ہے۔ عبدالحمید روایت کرتے
ہیں ابن ابی ذئب محمد بن عبدالرحمٰن سے
اور وہ روایت کرتے ہیں سعید المقبری
سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ سے
اور حضرت ابوہریرہؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے
ملاقات کریں گے اور حدیث انبیاء میں "یوم
القیامۃ" کے الفاظ زیادہ مروی ہیں، یعنی
ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے قیامت
کے روز ملیں گے جب کہ اس کے چہرے پر ذلت
اور سیاہی چھا رہی ہو گی تو ابراہیم علیہ السلام
اس سے فرمائیں گے کیا میں تجھے کہتا نہیں تھا کہ
میری نافرمانی نہ کرو! تو آزر جواب دیں گے
کہ آج کے دن تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔
ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ اے میرے
ربّ تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے

فی النار وفی روایة ایوب عن
ابن سیرین عن ابی هریرة
عند الحاکم فیمسخ الله اباه ضبعًا
فیأخذه بانفه فیقول یا
عبدی ابوك هو وفی حدیث
ابی سعید عند البزار والحاکم
فیحوّل فی صورة قبیحة و
ریح منتنة فی صورة ضبعان
زاد ابن المنذر من هٰذا الوجه
فاذا راٰه کذالك تبرأ منه
قال لست ابی وکان تبرؤه
منه فی الدنیا حین مات
مشرکًا فقطع الاستغفار له
کما اخرجه الطبری باسناد
صحیح عن ابن عباسؓ وقیل
تبرأ منه یوم القیامة لما
منه حین مسخ کما صرح
به ابن المنذر فی روایة وقد
یجمع بینهما بانه تبرأ منه
فی الدنیا لما مات مشرکًا
فترك الاستغفار له فلما
راٰه فی الآخرة رق له فسئل
الله فیه فلما مسخ ایس منه
حینئذٍ وتبرأ منه تبرأ ابدًا

رسوا نہیں کرے گا اور ابوذرؓ کی روایت میں
لاتخزنی کے بجائے تخزینی کے الفاظ ہیں)
قیامت کے دن اور حدیث انبیاء میں اتنا
اضافہ کیا گیا ہے "فای خزی اخزی من ابی
الابعد یعنی میرے لئے اس سے بڑھ کر اور
کیا رسوائی ہوگی کہ میرے باپ کو رحمت
اور نجات سے محروم کر کے دور کر دیا گیا ہے
اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے
کافروں پر اپنی جنت کو حرام کر دیا ہے احادیث
انبیاء میں یہ بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ ابراہیم
علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ تیرے پاؤں
کے نیچے کیا ہے؟ جب ابراہیم علیہ السلام
دیکھیں گے تو وہ ایک کفتار یعنی ضبع ہوگا جو
گوبر وغیرہ میں لت پت ہوگا پھر اس کے
پاؤں سے پکڑ کر آگ میں ڈالا جائے گا۔
ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہؓ کی روایت
میں ہے جس کو حاکم نے روایت کیا کہ
ابراہیم علیہ السلام کے باپ (آزر) کو اللہ تعالیٰ
مسخ کر کے ضبع (کفتار) کی صورت میں بدل دے
گا اور پھر اس کے ناک سے پکڑا جائے گا اور
اس سے کہا جائے گا اے میرے بندے یہ تیرے
باپ ہیں، بزاز اور حاکم میں ابو سعید کی روایت
میں ہے کہ آزر کو نہایت بری شکل اور بدبو
دار ضبع (کفتار) کی صورت میں تبدیل کر دیا جائیگا

قبل و الحکمة فی مسخه للمنفر
ابراهیم منه ولئلا یلقی فی الن
علی صورته فیکون فیه غضاضة
علی الخلیل صلی الله علیه وسلم۔

ارشاد الساری شرح الصحیح البخاری
ص ۲۷۹ ج ۷

آپ کے مطالعہ کے لئے بہترین کتابیں

- صحابۂ کرام اور اہل بیت نبوت کے تعلقات ورشتہ داریاں۔ حکیم محمود احمد ظفر روپے ۳۰/..
- سیدنا علی شخصیت و کردار 〃 ۱۵۰/..
- سبائی فتنہ — ابو ریحان سیالکوٹی ۱۲۵/..
- تجدید سبائیت — مولانا محمد اسحٰق صدیقی ۱۲/..
- قادیان سے اسرائیل تک، ابو مدثرہ ۴۰/..
- قادیانیوں کو دعوت حق — مولانا محمد عبداللہ ۲۰/..

اسلام اور مرزائیت — مولانا محمد عبداللہ ۱۵/..
گریٹ آربیٹر (انگریزی) سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۴۰/..
شعور — چودھری افضل حقؒ ۳۵/..
میرا افسانہ — ۱۱۰/..
مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں — ۲۰/..

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

اور ابن منذر نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کو اس بری شکل میں دیکھیں گے تو اس سے لاتعلقی اور تبرّی کا اعلان فرما دیں گے اور کہیں گے کہ یہ میرا والد نہیں ہے جیسا کہ آزر نے دنیا میں اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا جب کہ وہ حالت شرک میں فوت ہوا تو ابراہیمؑ نے اس کے حق میں استغفار ختم کر دی، جیسا کہ طبری نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب آزر کی صورت مسخ ہو جائے گی تو ابراہیمؑ نا امید ہو کر اس سے برأت اختیار فرمالیں گے جیسا کہ ابن منذر نے اس کی تصریح کی ہے، وجہ تطبیق دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ دنیا میں جب آزر مشرک مرا تو ابراہیمؑ اس سے لاتعلق ہو گئے اور اس کے حق میں استغفار کرنا ترک کر دیا اور پھر جب آخرۃ میں اس کو دیکھیں گے تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لاتعلقی اختیار کر لیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے مسخ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام اس سے نفرت کریں اور اس کو مسخ شدہ صورت میں جہنم میں ڈال دیا جائے اس میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی عزت ملحوظ ہو گی۔!

شاہ بلیغ الدین

بقول سیدنا حسنؓ

سیدنا معاویہ رضی اللہ سے صلح اللہ کا فیصلہ تھا

ارشاد ہوا — "تم اللہ کے فیـ[illegible] راضی رہو اور معاملہ اس کے حوالے کر کے اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہو" — [illegible]ت ہے کہ ایک وفد اللہ کے رسول کے نواسے سیدنا حضرت حسن سے ملنے کے لئے گیا، وہ اس [illegible] تشریف فرما تھے۔

سیدنا حسن حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مدینۃ النبی میں پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری کتاب البیوع میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور صحیح مسلم میں مناقب حسین میں لکھا ہے کہ اللہ کے رسول بنو قینقاع سے لوٹ رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا گھر آیا تو اس کے سامنے بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ — بچہ کہاں ہے؟ کچھ دیر میں حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور سرور کائنات نے انہیں اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا، پھر زبان مبارک سے نکلا کہ — اے اللہ! تو اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے (حسنؓ) سے محبت کرے۔

جو وفد کوفے میں سیدنا حسن سے ملا اس کے بارے میں اپنی کتاب مقتل حسین میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے لکھا ہے کہ اس میں سلیمان بن صرد، مسیب بن النجبہ، سعید بن عبداللہ کے علاوہ جندب الازدی بھی شامل تھے جنہوں نے یہ روایت سنائی۔ یہ روایت مقتل حسین کے مصنف ابو مخنف کو ابو منذر ہشام نے سنائی۔ انہوں نے محمد بن سائب کلبی سے سُنی جن سے وفد میں شریک جندب الازدی کے بیٹے عبدالرحمٰن نے یہ تفصیل سنائی کہ سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہؓ سے صلح کر لی تھی اور ابھی کوفے ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اس وفد کے ارکان میں سے سلیمان بن صرد نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ — آپ کی جگہ میں ہوتا تو معاہدہ لکھوا کر اس پر اہل مشرق اور مغرب کو گواہ بناتا کہ اس کے بعد (یعنی سیدنا معاویہ کے بعد) حکومت آپ کی ہوگی۔ لیکن آپ نے (یعنی حضرت حسنؓ نے) اس شرط کے بغیر صلح کر لی۔ اس طرح آپ

یعنی حضرت حسن کو کم ملا اور ان سے زیادہ حاصل کر لیا گیا۔

سیدنا حسن رضی اللہ نے وفد کے ارکان سے فرمایا ——— میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو معاہدہ کر کے پھر جائے۔ اور پھر جب اللہ نے ہم مسلمانوں کو متحد کر دیا ہے اور جو ہم چاہتے تھے ہمیں عطا کر دیا ہے میں اسی امر یعنی اسی صلح کو نافذ کروں گا۔ پھر اپنے بہی خواہ دوستوں سے ارشاد فرمایا کہ ——— اللہ گواہ ہے کہ میں نے یہ صلح اس لئے کی ہے کہ تمہارے خون نہ بہیں اور تمہارے حالات بہتر ہوں۔ پس تم اللہ کے فیصلے سے راضی رہو اور معاملہ اللہ کے حوالے کر کے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔"

صحیح بخاری کتاب العلم باب قولِ النبی اور دوسری جگہ کتاب الفتن میں ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ——— یہ میرا بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) جو سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

سورۂ حجرات میں ارشاد ربانی ہے کہ ——— فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا یعنی مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو!

صلح و جنگ کے تاریخِ اسلام میں بہت مواقع آئے لیکن یہ صلح بڑی تاریخی، بڑی یادگار اور بڑی اہم تھی، اللہ کے رسول نے اس کی پیشین گوئی فرمائی اور اس صلح کو پسند فرمایا۔ اللہ کے حکم کی تعمیل اور رسول اکرم کی پسند کی تکمیل کا شرف سیدنا حسن کو حاصل ہوا جن کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

(بقیہ از صفحہ ۲ سے آگے)

اللہ کا نام لے کر برضا ور غبت اس پگڑی کے پیچھے پیچھے چلی جاؤ ورنہ بزرگوں کی روح خفا ہو جائے گی اور اگر بزرگوں کی روح خفا ہو گئی تو ہماری سرسبز کھیتیاں اُجڑ جائیں گی ہمارے جھونپڑوں کو آگ لگ جائے گی۔ ہمارے دالانوں میں ہتھکڑیاں جھنجھنانے لگیں گی۔

دوسری عقیدت مند عورتوں نے بھی حسب توفیق جمیلہ کی ماں کی تائید کی جمیلہ روتے روتے اٹھی آگے آگے دستارِ فضیلت مآب تھی اور پیچھے پیچھے جمیلہ۔ خادم نے پگڑی کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا تھا تاکہ ان معصوم جوانیوں کو ٹھیس نہ لگ جائے جو اس پگڑی کی ایک ایک سلوٹ میں سالہا سال سے مدفون ہوتی چلی آئی ہیں۔

مولانا عبد الحق چوہان

قسط اول

عام الجماعت

اسلامی تقویم میں بعض مہینے خاص وقائع کے ظہور کے باعث خصوصی امتیازات کے حامل ہیں ماہ ربیع الاول میں بعض ایسے وقائع کا ظہور ہوا کہ جنکی وجہ سے اس ماہ کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اسی مبارک ماہ میں ہوئی پھر آپ کی وفات کا حادثۂ عظیمہ بھی امت کو اسی مہینہ میں پیش آیا۔ اس کے بعد خلیفہ بلافصل سیدنا ابو بکرؓ کی خلافت راشدہ کا انعقاد بھی اسی ماہ میں ہوا۔ اس کے بعد ایک اور واقعہ کہ جسکو امت کی اجتماعی قوت میں ایک ایسی اہمیت حاصل ہے کہ جس کی وجہ سے وہ سال ہی "عام الجماعت" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس واقعہ کا ظہور بھی اسی ماہ میں ہوا۔ اس واقعہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ اسلام نے جب سسکتی ہوئی انسانیت کو اپنے آغوش رأفت میں لیا اور جبر و استبداد کی چکی میں پستے ہوئے انسانوں کو دعوت نبوت سے آشنا کیا۔ دعوت نبوت کا یہ پیغام اور حریت انسانیت کا یہ منشور قیصر و کسریٰ کی جابرانہ ملوکیت کے لئے پیغام موت ثابت ہوا۔ اور ان کے سینہ پُر کینہ میں اسلام کے خلاف حسد بغض اور عداوت کی دہکتی ہوئی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جب ان کو میدان مبارزت میں مسلمانوں سے پے در پے شکست حاصل ہوئی تو انہوں نے مراد بر آری کے لئے پردۂ نفاق اور زیر زمین سازش کے ذریعہ مسلمانوں کی قوت اجتماعی کو اختلاف و انشقاق کی فضا میں تحلیل کرنے کی سعی مذموم کا ارتکاب کیا۔

کانوا یحملون بین جوانحهم حقد متاججته تحملهم علی تبییت کل شر ضد هذا النور الوهاج و لما استیقنت انفسهم انهم لایستطیعون الوقوف بالقوة امام هذا السیل المجارف لکل مبطل و هارف سلکوا طریق الاحتیال فی الوصول الی امانیهم فاندسوا بین المسلمین متاظاهرین بالورع الکاذب مستنشرین انواع الفتن بین الصحابته و التابعین

(مقدمہ کشف اسرار الباطنیہ و اخبار القرامطہ ص۱۸۴ از علامہ زاهد کوثری)

ترجمہ: اور یہ لوگ اسلام کے خلاف اپنے سینوں میں حسد کی بھڑکتی ہوئی آگ کو اٹھائے ہوئے تھے اوراس حسد کی آگ نے ان کو اسلام کے اس روشن نور کے خلاف شر و فساد کی تحریک جاری کرنے پر ابھارا۔ اور جب ان کو اس حقیقت کا یقین حاصل ہو گیا کہ وہ اسلام کے سیل رواں کے آگے جو کہ ہر باطل قوت کو بہا

کر لے جارہا ہے۔ زور بازو اور قوت کی بنیاد پر نہیں ٹھہر سکتے تو انہوں نے مراد برآری کیلئے حیلہ سازی کاراستہ اختیار کیا اور منافقانہ طور پر جھوٹی پرہیزگاری ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھس گئے۔ پھر صحابہ و تابعین کے درمیان فتنہ پردازی کی آگ کو بھڑکایا

اسلام کے خلاف اس تحریک کا مؤسس اور بانی یمن کا یہودی عبداللہ بن سبا ہے اسی کی تحریکی سازش سے شہادت امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ اس کے بعد اسی یہودی کی بھڑکائی ہوئی آگ کے مہیب شعلے حادثہ جمل اور محاربہ صفین کی صورت میں ظاہر ہوئے اور اسی یہودی تحریک کی کوکھ سے نکلی ہوئی تحریک خوارج خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر منتج ہوئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مصلح امت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سریر آراء خلافت ہوئے تو ان کے مبایعین نے پھر کوشش کی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان آتش محاربہ کو بھڑکایا تاکہ اس اندرونی آویزش کے باعث اسلام کی اشاعت کا دائرہ محدود تر ہوجائے حالانکہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس اندرونی آویزش کے متعلق یہ مشورہ دیا تھا

> یا ابت درع ھذا! اے اباجان آپ اس ارادہ سے باز رہیں کیونکہ اس راہ میں مسلمانوں کا بڑا خون بہے گا اور ان کے درمیان اختلافات اور صف آرائی کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہوجائیگا۔
>
> (البدایہ ص۲۲۹، ۲۳۰ ج۷ بحوالہ "المرتضیٰ" ص۳۵۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

> و الحسن کان دائما یشیر علیٰ علیّ بترک القتال
>
> (منهاج السنه ص۱۲۱ ج۲)
>
> ترجمہ: اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ اپنے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ترک قتال کا ہی مشورہ دیتے تھے۔

تاریخی روایات میں ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہوگئی تو قیس بن سعد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ اہل شام سے جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کیجائے آپ طبعاً مسلمانوں کی خانہ جنگی سے متنفر تھے اور ساتھ ہی آپ کو شیعان علی کے خمیر نفاق اور تلون مزاجی کا بھی یقینی طور پر علم تھا۔ مبایعین کے اصرار کے بعد جب آپ نے اہل شام سے محاربہ کیلئے خطبہ جہاد ارشاد فرمایا تو شیعان علی اس بلیغ خطبہ سے کس قدر متاثر ہوئے بقول باقر مجلسی

> ایشاں را بسوئے جہاد آں شجرۂ ملعونہ کفر و عناد دعوت نمود ہیچ یک از اصحاب آنحضرت جواب نگفتند
>
> (جلاء العیون ص۲۵۱، از باقر مجلسی لعنہ اللہ و جعل قبرہ حفرۃ من النار)

ترجمہ: آپ نے ان کو کفر و عناد کے ملعون درخت (اکھگر بدبخش یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کے پھل کی طرف جہاد کرنے کیلئے جانے کی دعوت دی لیکن آنجناب کے اصحاب میں سے کسی ایک شخص نے بھی اس دعوت پر لبیک نہ کہا۔

انھی روافض کی روایت کے مطابق آپ نے بہت ہی جدوجہد اور ترغیبی مواعظ سے حضرت معاویہ کے مقابلہ کیلئے ایک لشکر تیار کیا لیکن رؤساء عسکر کی وفاداریاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کس قدر تھیں اور آپ کے ساتھ وہ کتنے با اخلاص تھے بقول مجلسی ملعون

اکثر روساء لشکر آنحضرت بمعاویہ نوشتند کہ ما مطیع ومنقاد تو ئیم پس زود متوجہ عراق شو چوں نزدیک رسی ما حسن را گرفتہ بتو تسلیم می کنم

(جلاء العیون ص ۲۵۳)

ترجمہ: حضرت حسن کے لشکر کے اکثر امراء نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ ہم آپ ہی کے تابعدار اور فرماں بردار ہیں آپ جلد ہی عراق کی طرف پیش قدمی کریں جوں ہی آپ ہمارے قریب پہنچیں گے ہم حسن کو گرفتار کرکے آپ کے حوالہ کردیں گے۔

اور ساتھ ہی آپ کے لشکر کے کئی سردار آپ سے بے وفائی کرکے معاویہ کے پاس چلے گئے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست راست اور عم زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی معاویہ سے رشوت لیکر بے وفائی کرگئے۔ پھر حضرت معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط روانہ کیا اور اسی خط میں ان تمام لوگوں کے نام تحریر کردیئے جنہوں نے پوشیدہ طور پر حضرت معاویہ سے رابطہ قائم کیا ہوا تھا

پس معاویہ نامہ دیگر بحضرت نوشت نامہائے منافقاں اصحاب آنحضرت را کہ بہ او نوشتہ بودند و اظہار اطاعت کردہ بودند با نامہ خود بزد آنحضرت فرستاد در نامہ نوشت کہ اصحاب تو با پدرت موافقت نکردند با تو نیز موافقت نخواہند کرد اینکہ نامہائے ایشانست کہ برائے تو فرستادم

(جلاء العیون ص ۲۵۳)

ترجمہ: پھر معاویہ نے حضرت حسن کے پاس ایک خط لکھا اور اسی خط میں ان لوگوں کے نام بھی تحریر کئے جنہوں نے پوشیدہ طور پر حضرت معاویہ کی فرماں برداری قبول کی ہوئی تھی اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ ان لوگوں نے آپ کے والد کے ساتھ وفا نہیں کی تھی اور آپ کے ساتھ بھی نہیں کریں گے آپ کے پاس ان لوگوں کے نام تحریر کرکے ارسال کر رہا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ موافقت کی ہوئی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا تو انہوں نے اپنے لشکر کو جمع کر کے خطاب کیا اور ان سے اتمام حجت کے طور پر فرمایا کہ کل فلاں جگہ پر جمع ہونا۔ آپ دس یوم تک انتظار میں رہے لیکن سوائے چار ہزار افراد کے کوئی بھی حاضر نہ ہوا۔ ان حالات کے مشاہدہ کرنے کے بعد آپ نے برسر منبر فرمایا

> وائے بر شما بخدا سوگند کہ معاویہ وفا نخواہد کرد بانچہ ضامن شدہ است از برائے شما در کشتن من برائے شما می خواہم کہ دین حق برپا دارم یاری من نکردید من عبادت خدا تنہا می توانم کرد
>
> (جلاء العیون ص ۲۵۴)

> تم پر افسوس ہے خدا کی قسم معاویہ نے تمہارے ساتھ میرے قتل کرنے پر جو وعدے کئے ہیں ان کو پورا نہیں کرے گا۔ میں تو چاہتا تھا کہ دین حق کی حکومت قائم کروں لیکن تم لوگوں نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ اب میں تنہا ہی خدا کی عبادت کروں گا۔

اور ساتھ اپنی درماندگی اور عجز کا اظہار کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ۔

> اگر یاوری میداشتم کار را بمعاویہ نمی گذاشتم زیرا کہ بخدا و رسول سوگند یاد می کنم کہ خلافت بر بنی امیہ حرام است پس اف باد بر شما اے بندگان دنیا بزودی و بال اعمال خود را خواہید یافت
>
> (جلاء العیون۔ ص ۲۵۴)

> ترجمہ: اگر تم میرے ساتھ تعاون کرتے تو میں امور خلافت معاویہ کے ہاتھ ہرگز سپرد نہ کرتا۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی قسم کہ بنی امیہ کیلئے خلافت حرام ہے۔ پس افسوس ہے تم پر اے دنیا کے پرستارو تم اپنے اعمال کی سزا جلد ہی پاؤ گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ان پُردرد اور الم انگیز خطبات سے شیعان علی کے دل ذرہ برابر بھی متاثر نہ ہوئے آخر مجبور ہو کر آپ نے عبد اللہ بن الحارث کے ذریعہ معاویہ کے پاس صلح بھیجا اور ان ہی کے ذریعہ صلح نامہ تحریر کرایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کا ارادہ کیا تو زید بن وہب جہنی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اسوقت مدائن میں تھے اور اس خنجر کے زخم کی شدید تکلیف میں مبتلیٰ تھے جو کہ آپ کو اپنے گروہ کے ایک فرد جراح بن سنان نے مارا تھا۔ زید نے سوال کیا کہا کہ اے ابن رسول لوگ حیران اور پریشان ہیں کہ آپ معاویہ کے ساتھ مصالحتہ کرنا چاہتے ہیں تو اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا

> بخدا سوگند کہ معاویہ از برائے من بہتر ست ازیں جماعت اینہا دعوی می کنند کہ شیعہ من اند و ارادۂ قتل من کردند و مال مرا غارت کردند. بخدا سوگند کہ اگر از معاویہ عہدے بگیرم و خون خود را حفظ کنم و ایمن گردم در اہل و عیال خود بہتر است از برائے من از انکہ اینہا مرا بکشند و ضائع شوند اہل و عیال و خویشان من. بخدا سوگند کہ

اگر من بمعاویہ جنگ کنم ہر آئینہ ایشاں مرا بدست خود می گیر ند بمعاویہ می دہند۔

(جلاء العیون۔ ص ۲۶۱)

خدا کی قسم اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ میرے شیعہ ہیں لیکن ان کا ارادہ یہ ہے کہ یہ مجھے قتل کریں گے۔ میرا مال و متاع انہوں نے لوٹ لیا ہے۔ خدا کی قسم اگر معاویہ کے ساتھ میں معاہدہ کرلوں تو میں محفوظ ہوجاؤں گا اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کا بھی مجھے اطمینان حاصل ہوجائیگا۔ معاویہ کے ساتھ اس طرح کا معاہدہ کرنا میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں میرے اہل و عیال اور خویش و اقارب بھی ضائع ہوجائیں۔ خدا کی قسم اگر میں معاویہ کے ساتھ جنگ کروں تو یہ لوگ خود پکڑ کر ہی مجھے معاویہ کے حوالہ کردیں گے۔

روافض کی ان خرافاتی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حالات کی مجبوری کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت اختیار کی تھی۔ تحریک سبائیت کی تمام تر مساعی کا محور اور مرکزی نقطہ صحابہ کی عظمت کو کم کرنا اور ان کے اعلیٰ مقاصد کو اس انداز سے پیش کرنا ہے کہ امت کے قلوب میں ان کی اہمیت کا ادراک ہی نہ ہوسکے۔ روافض کی ان روایت میں بھی اسی مقصد کی ترجمانی کی گئی ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام مصالحت کتنا عظیم الشان ہے کہ جس کے باعث امت افتراق و انشقاق کی دہکتی ہوئی آگ سے نکل کر راحت و سکون اتفاق و اجتماع کی آغوشِ رأفتہ میں آگئی۔ اور ریحانۃ النبی ﷺ کے اس اقدام کے باعث امت کو جس طرح کی وحدت کا ثمرۂ شیریں حاصل ہوا اس مسرت و ابتہاج کی بنا پر یہ سال ہی "عام الجماعت" کے نام سے موسوم ہوا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام چونکہ تحریک سبائیت کیلئے پیغام موت ثابت ہوا اسلئے اس کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے اس طرح کی روایات وضع کی گئیں کہ جن سے یہ تأثر پیدا ہو کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی بنیاد پر نہیں تھا۔ بلکہ محض حالات کی مجبوری کے تحت آپ نے خلافت سے دست برداری اختیار کرلی۔ حالانکہ آپ خود ہی اس اقدام کے مصالح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اخترت ثلاثا علی ثلاث الجماعتہ علی الفرقتہ و حقن الدماء علی سفکھا و العار علی النار

(حیوۃ الحیوان۔ ص۸۲ ج۱)

میں نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دی ہے اتفاق کو تفرقہ پر۔ حفاظت خون کو خوں ریزی پر۔ اور ملامت کو آگ پر۔

اتنی بات تو مسلم ہے کہ آپ کے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جن لوگوں نے اپنے دائرہ میں احاطہ کر رکھا تھا ان میں نفاق اور تلون مزاجی کا عنصر غالب تھا۔ لیکن آپ کے زیر اقتدار صرف کوفہ ہی تو نہیں تھا عالم اسلام کے اطراف میں آپ کے مخلصین کی اکثریت موجود تھی۔ جو کہ آپ کے اشارہ ابرو پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ ابو داؤد الطیالسی زبیر بن نفیر الحضرمی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں

کہ انہوں نے کہا

میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ خلافت چاہتے ہیں فرمایا عربوں کی کھوپڑیاں میرے ہاتھ میں تھیں جس سے میں صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے اس کو (حکومت کو اللہ کی رضاء جوئی کیلئے چھوڑ دیا۔ کیا اب میں پھر حجاز کے اطراف میں اس آگ کو بھڑکاؤں گا۔

(البدایہ ص۴۲ ج۸ بحوالہ المرتضیٰ ص۳۵۵)

روافض کی ان خرافات اور تاریخی روایات سے قطع نظر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح لمحمد بن اسمعیل البخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلح کی اولاپیشکش ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوئی۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان عظیم مقاصد کے حصول کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس پیشکش کو کمال مسرت وابتہاج سے قبول کرکے اپنے نانا سید المرسلین خاتم المعصومین الصادق المصدوق ﷺ کی اس پیش گوئی کو سچا کیا۔

قال الحسن و لقد سمعت ابابکرۃ یقول رئیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر و الحسن بن علی الی جنبہ و ھو یقبل علی الناس مرۃ و علیہ و اخری و یقول ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

(البخاری ص۳۷۳ ج۱)

ترجمہ: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپ مجمع کی طرف دیکھتے اور کبھی ان کی طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ عنقریب اللہ تعالی اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

بخاری کی وہ روایت کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصالحت کی پیشکش اولاحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیش کی یہ

استقبل و اللہ الحسن بن علی علی معاویہ بکتائب کا مثال الجبال۔ فقال عمرو بن العاص انی اری کتائب لا تولی حتی تقتل اقرانھا فقال لہ معاویہ کان و اللہ خیر الرجلین

ترجمہ: خدا کی قسم حضرت معاویہ کے مقابلہ پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکر لے کر آئے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے لشکر دیکھتا ہوں جو اپنے مقابل لوگوں کو قتل کے بغیر منہ نہیں پھیریں گے۔

(باقی آئندہ)

محترمہ ایس ایس بخاری

طلسمِ کاوشِ زیاں

گھر کے آخر والے کمرے میں جو خفیہ سرگرمیوں کا مرکز تھا' آج پھر میٹنگ جاری تھی۔ نورین' شبانہ' شگفتہ' فیصل' احمد' آصف' فوزیہ' گویا پوری پلٹن اکٹھی تھی' اور زیر بحث تھی عائشہ' سرخ اینٹوں سے بنے اس وسیع' حویلی نما مکان میں تین خاندان اکٹھے رہتے تھے۔ یوں اس بڑے سے گھر میں زندگی بہت پر رونق اور پر مسرت تھی۔ صبح سے دوپہر تک قدرے سکوت ہوتا۔ لیکن جونہی چھوٹے بڑے سکول' کالج سے واپس آتے تو ایک ہنگامہ سا برپا ہو جاتا۔ آپس کی نوک جھونک' چھیڑ چھاڑ' جملہ بازی' لطیفے' بحث' تعلیمی مسائل پر گفتگو نت نیا پروگرام یہ ایک معمول سا تھا۔

جب تک دادی اماں زندہ رہیں' وضعداری اور مشرقی روایات اس گھر کا خاصہ تھیں۔ گھر کے مکینوں کے اخلاق و کردار میں دینداری کی جھلک نمایاں تھی۔ بزرگوں کے علاوہ بچوں میں بھی ادب و اخلاق کے ساتھ ساتھ مذہبی رجحان موجود تھا۔ تعلیم پر قطعاً کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن لڑکیوں کیلئے حجاب کی صورت لازمی تھی۔ چند برس پیشتر دادی اماں نے آنکھیں موند لیں' تو گویا ایک سائبان سا اٹھ گیا۔ رفتار زمانہ شاید کچھ زیادہ ہی تیز تھی جو اس نے اس گھر کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ گو کہ گھر کے بڑے تو اپنی پہلی سی روش پر قائم تھے لیکن نئی نسل کچھ باغی ہو چلی تھی۔ وضعداری' اور مشرقی روایات جو برسوں سے اس گھر کا خاصہ تھیں وہ انہیں بوجھ محسوس ہونے لگیں۔ اسلامی اقدار و تہذیب' حدود و قیود سب دقیانوسیت کی زد میں آ گئے۔ ترقی کے اس دور میں ان کی پابندی یا پاسداری بنیاد پرستی نہیں تو اور کیا تھا۔ نماز روزہ بزرگوں تک محدود ہو گیا۔ چادر کی جگہ دوپٹوں نے لی اور اب تو وہ بھی سمٹتے جا رہے تھے۔ گھر کے بزرگ نہ چاہتے ہوئے بھی بے بس ہو گئے تھے۔ لیکن نہ جانے یہ کیسا اتفاق تھا کہ منجھلے چچا عثمان کی بیٹی عائشہ اپنے مزاج اور سوچ کی بناء پر سب سے مختلف تھی۔ بقول شبانہ اس میں دادی اماں کی روح حلول کر گئی تھی۔ بات کسی حد تک درست بھی تھی۔ اسے اس قدر بے باکانہ اور بے لگام طرز زندگی قطعی پسند نہ تھا۔ اسی وجہ سے اسے دقیانوسی' نیرو مائینڈڈ' بوڑھی روح جیسے عرف سے پکارا جاتا۔ لیکن ہر چیز میں میانہ روی اور اعتدال کی قائل عائشہ نے مزاج بھی بڑا معتدل اور شائستہ پایا تھا۔ تبھی تو وہ ان القابات پر سیخ پا ہونے کی بجائے یوں مسکرا دیتی کہ کہنے والا آپ ہی شرمندہ ہو جاتا۔ پچھلے دنوں عائشہ اور فوزیہ کا بی۔ اے کا رزلٹ آیا تھا۔ فوزیہ اس بات پر مصر تھی کہ عائشہ اس کے ساتھ یونیورسٹی میں داخلہ لے۔ مگر وہ فرسٹ ڈویژن کے باوجود بھی ہرگز آمادہ نہ تھی۔ لیکن فوزی بھی تھی کہ ہاتھ دھو کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔ شاید وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر عائشہ کی ذات میں تبدیلی کی خواہاں تھی۔ آج کی یہ میٹنگ اس سلسلے کی آخری کوشش تھی۔ موضوع گفتگو یہی تھا کہ عائشہ کو کیسے قائل کیا جائے۔

اسی اثناء میں وہ اندر داخل ہوئی' تو فیصل نے اسے دیکھتے ہی جملہ کسا' تشریف لائیے واعظہ صاحبہ' بہت اچھا جناب' لیکن آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ تایا حضور یاد فرما رہے ہیں۔ کیا کہا مجھے؟ میرا خیال ہے فیصل آپ ہی کا نام ہے' عائشہ نے کچھ اس انداز سے کہا کہ زور کا قہقہہ پڑا' اور فیصل بیچارہ وہاں سے بھاگ گیا۔ "عائشہ پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟" فوزی نے ایک دم پوچھا تو وہ چونک گئی' کیا مطلب"؟ میرا مطلب ہے وہ یونیورسٹی فوزی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اچھا تو یہ بات ہے میں بھی حیران کہ آج یہ محفل اتنی سنجیدہ کیوں ہے؟ تو خواتین و حضرات! بلکہ آپ کی زبان میں لیڈیز اینڈ جنٹلمین! "میرا آخری فیصلہ وہی ہے جو پہلا تھا" لیکن اتنے اچھے رزلٹ کے بعد تمہارا یہ فیصلہ احمقانہ بات نہیں شبانہ اور نورین نے ایک ساتھ کہا۔ "احمقانہ بات تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا ہے نہ کہ یونیورسٹی داخلہ نہ لینا"" تو گویا تم بہر صورت پرائیویٹ پڑھنے کا ہی ارادہ رکھتی ہو"؟ اب کہ شگفتہ کی باری تھی جی بالکل! مگر اس طرح تو۔۔۔۔ احمد نے اپنی طرف سے دلیل دینے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ عائشہ نے بات کاٹ دی۔ "میرے خیال میں یہ خالصتاً انفرادی مسئلہ ہے اور اس سلسلے میں مزید کسی دلیل کی ضرورت

نہیں۔" اس نے قطعیت کے ساتھ کہا تو فوزیہ جھنجھلا اٹھی۔ "ٹھیک ہے بابا جیسے تمہاری مرضی" لیکن یہ یاد رکھو! تمہاری یہ دقیانوسیت کسی دن تمہیں لے ڈوبے گی۔ عائشہ نے مسکراتے ہوئے دیکھا اور باہر چلی گئی۔ شب و روز اسی مصروفیت کے ساتھ گزر رہے تھے۔ وہی ہنگامہ آرائی' وہی نوک جھونک' بحث و تمحیص' نت نیا پروگرام' چٹکلے بازی اور اس پر مستزاد یہ کہ جب فوزیہ یونیورسٹی کے دلچسپ قصے مزے لے لے کر سناتی' تو سب ہی لطف اندوز ہوتے لیکن ایسے میں عائشہ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات پھیل جاتے اور وہ خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی۔ پچھلے کمرے میں دو تین روز سے جو کھسر پھسر جاری تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج شام تفریح کا پروگرام بنا۔ سب تیار ہو کر جب باہر نکلے تو عائشہ کو چادر میں لپٹا دیکھ کر فوزیہ جھلا اٹھی۔ "بھلا اسکی کیا تک تھی"؟ "اس کی تو تک ہے" "میں نے آج پہلی مرتبہ لی ہے"؟ لیکن اپنی گاڑی میں شام کے وقت اگر تم یہ بوجھ نہ بھی اٹھاتیں تو کونسی قیامت آ جاتی؟ محترمہ عرض یہ ہے کہ بوجھ میں نے اٹھایا ہے نہ کہ آپ نے۔ ہاں اگر میرے سر پر اوڑھی ہوئی چادر کا وزن تمہارے دماغ پر پڑ رہا ہے تو مجھے معاف رکھیئے' عائشہ واپس جانے کیلئے مڑی' لیکن آصف بھائی نے بڑھ کر روک لیا۔ "تمہیں ہر صورت ہمارے ساتھ جانا ہے!" "مگر اسی حلیے میں!" "ٹھیک ہے' اور وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ فوزیہ اور عائشہ ایم۔ اے انگلش پارٹ ون پاس کرنے کے بعد فائنل میں تھیں۔ نورین اور شبانہ کا کالج میں آخری سال تھا۔ جبکہ شگفتہ ابھی تھرڈ ایئر میں تھی۔ ایک روز نورین کالج سے واپس آئی تو اس نے عائشہ اور فوزیہ کو ایک کارڈ دیا۔ یہ کیا؟ "کھول کر دیکھو" فوزی نے جھٹ لفافہ کھولا۔ اچھا تو ہما صاحبہ شادی کے بندھن میں باندھی جا رہی ہیں' اس نے کارڈ عائشہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "پھر کیا ارادہ ہے"؟ ضرور چلیں گے" شکر ہے کہ پتھر میں جونک لگی' ورنہ میں تو سوچ رہی تھی کہ ابھی تک کوئی فتویٰ" فوزیہ کہہ کر کھسک گئی۔ عائشہ تیار ہو کر فوزی کے کمرے کی طرف بڑھی' بھئی جلدی کرو دیر ہو رہی ہے" "میں نے تو ابھی بال بھی نہیں بنائے" اتنے میں عائشہ اندر داخل ہوئی تو ہکا بکا رہ گئی۔ فوزیہ اسے یوں حیران دیکھ کر گڑبڑا سی گئی۔ "کیوں

عائشہ یہ کپڑے مجھ پر بچے نہیں"؟ "فوزی تم یہ کپڑے پہن کر جاؤ گی"؟ "ہاں تو کیا ہے ان کپڑوں کو"؟ " توبہ اس قدر واہیات لباس میں میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جا رہی" فوزیہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔ "واہیات ہے یا جو بھی میں نے پہنا ہے نا؟" "تم پہنو یا میں بات ایک ہی ہے' میرے خیال میں ہم دونوں کا تعلق ایک ہی صنف سے ہے" بالآخر فوزیہ کو ہی ہار ماننا پڑی کہ اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا اور پہلے ہی خاصی دیر ہو چکی تھی۔ سارا راستہ فوزی کا موڈ زبردست خراب رہا۔ وہ اندر ہی اندر سوچتی اور کڑھتی رہی کہ آخر عائشہ اتنی تنگ نظر کیوں ہے؟ ہما کے گھر پہنچی تو اس کا موڈ درست تھا' شاید اس کی وجہ بلانے میں عائشہ کی پہل تھی۔ زندگی قہقہوں کی گونج' طنز و مزاح کے جھونکوں اور باتوں کی بازگشت میں اپنے اسی معمول پر جاری تھی کہ گھر میں ایک دم سکون ہو گیا' ہنگامے مدھم پڑ گئے' کیونکہ تمام سرگرمیوں کی روح رواں تھی فوزی اور وہ ان دنوں امتحان میں بری طرح مصروف۔ اور اس کے بغیر ہر پروگرام ادھورا۔ فیصل کو جس کے لئے دو منٹ چپ رہنا مشکل تھا' یہ خاموشی اور سکون بہت کھلتا۔ وہ زبان کا ذائقہ بدلنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتا۔ عین اس لمحے جب فوزیہ کتاب پر جھکی پڑھنے میں محو ہوتی وہ آن ٹپکتا' "سائی سویٹ اپیا" کیا خیال ہے آج شام آئس کریم؟"۔۔۔ اور اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی فوزی ہاتھ جوڑ دیتی' فیصل پلیز یہاں سے چلے جاؤ" میرا مطلب ہے آئس کریم آپ کو پسند ہے" وہ اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھاتا' لیکن فوزیہ سختی سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی۔ بفضل خدا کر کے فوزی اور عائشہ امتحان سے فارغ ہوئیں تو باقی لوگ اس کی زد میں آ گئے۔ یوں گھر میں سکوت سا چھا گیا' دن خاموشی سے گزرنے لگے' فیصل حسب عادت آتے جاتے اپنی ہانکتا "یار یہ کیا ہو گیا' یہ دور شرافت کچھ طویل ہوتا جا رہا ہے"۔ دو تین ماہ اسی طرح گزر گئے مگر جیسے ہی امتحان ختم ہوئے' لگی ہلچل ہونے۔ وہی ہنگامہ' وہی شوخیاں' بقول فیصل یوں لگتا ہے اچانک برسات لگنے پر مینڈک خوشی سے ٹرا رہے ہوں۔ لیکن سرگرمیاں ابھی عروج پر نہیں پہنچی تھیں کہ اچانک ایک خبر آئی جس نے گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔ خبر یہ تھی کہ اسرار بھائی پرسوں کی فلائٹ سے پاکستان آ رہے ہیں۔

تایا ابو کے اکلوتے بیٹے' جو ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کیلئے لندن گئے تھے۔ بس پھر کیا تھا ان کے آنے پر وہ دھوم مچا کہ خدا کی پناہ۔۔۔ اسرار بھائی کی آمد کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد عائشہ اور فوزیہ کا رزلٹ آیا۔ عائشہ نے ایم۔ اے انگلش میں فرسٹ ڈویژن لی تھی جبکہ فوزی صرف پاس ہوئی۔ سب مبارک باد کے ساتھ مٹھائی کا پرزور مطالبہ کر رہے تھے۔ اسرار بھائی خوش بھی تھے اور حیران بھی "عائشہ تم نے کمال کر دیا۔ پرائیویٹ اور اتنے اچھے نمبر" "ویسے یہ زیادتی ہے" فیصل بولا "کیوں کیا ہوا"؟ "ہوا یہ ہے کہ اصل کمال تو فوزی آپی کا ہے جنہوں نے دو نمبروں سے میدان جیتا ہے" سب بے اختیار ہنس پڑے تو فوزیہ کھسیانی سی ہو کر بولی تم ذرا اپنی چونچ بند

اس بڑے گھر میں صبح

سے دوپہر تک

سکوت طاری رہتا ہے

رکھا کرو!" جی جیسے آپ کا حکم" چٹکلے کرنے میں آج پھر میٹنگ جاری تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ سب اسرار بھائی کو ایک زبردست پارٹی دینا چاہتے تھے۔ ہر کوئی اپنی اپنی کہے جا رہا تھا۔ احمد اور آصف کی رائے تھی کہ شہر سے باہر کسی جگہ کا انتخاب کیا جائے' جبکہ باقی ہوٹل کے حق میں تھے۔ لیکن اتفاق رائے مشکل ہو رہا تھا۔ آخر عائشہ نے تجویز دی 'کیوں نہ گھر پر ون ڈش کر لی جائے؟ زیادہ مزا آئے گا اور گھر کے سب لوگ بھی شامل ہو سکیں گے۔ اسرار بھائی کو یہ تجویز بے حد پسند آئی۔ چنانچہ اسی پر اتفاق رائے ہوا۔ کھانے کے علاوہ باقی کام لڑکوں کے ذمے لگا۔ فیصل' احمد اور آصف نے مل کر ہال میں بیٹھنے کا انتظام کیا' تھوڑی سی مدد اسرار بھائی نے بھی کی۔ گھر کے تمام افراد کے علاوہ چند ایک قریبی عزیز بھی مدعو تھے۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو عائشہ' فوزیہ' شبانہ' نورین اور شگفتہ نے اپنی اپنی ڈشیں لا کر رکھ دیں۔ کھانا شروع ہوا۔ فیصل نے پلیٹ میں موجود کوفتے کو توڑنے کی کوشش کی' لیکن شاید وہ کچھ سخت تھا' اس نے جونہی چمچ کے ساتھ بھرپور دباؤ ڈالا چمچ کٹاک سے پلیٹ پر بجا اور کوفتہ اچھل کر تایا ابو کی گود میں۔۔۔۔ تایا ابو سمیت ایک دم سب نے فیصل کی طرف دیکھا۔ وہ بیچارہ ہکلا کر رہ گیا' وہ۔۔۔ وہ دراصل تایا ابو میں اسے توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب جسے دیکھو کوفتے توڑنے میں مصروف' لیکن وہ تھے کہ ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ یہ کوفتے کس نے بنائے ہیں؟ چھوٹے چچا نے پوچھا' فوزی نے لجاجت بھری نظروں سے فیصل کی طرف دیکھا' لیکن اسے تو حساب چکانے کا موقع ملا تھا۔ جھٹ بولا "جی ابو فوزی آپی نے" اور فوزیہ بیچاری مارے شرم کے نظریں چرا رہی تھی۔ لیکن یہ کیا پھر تو سلسلہ ہی چل نکلا۔ بریانی کے کسی لقمے میں نمک اتنا کہ نگلنا مشکل اور کہیں بالکل ندارد کباب تو یوں جیسے صرف مرچیں ہی پسی ہوں' کھیر تو اس میں چاول کچے اور احمد کے بقول چینی کی بھی شدید قلت۔ ہاں عائشہ کا بنایا ہوا مرغ روسٹ سب نے بے حد پسند کیا۔ پارٹی تو جیسے کیسے ختم ہو گئی مگر لڑکیوں کیلئے وبال جان بن گئی۔ بزرگوں کے سامنے الگ شرمندگی اور فیصل کے ہتھے نیا موضوع چڑھا۔ جہاں سب اکٹھے ہوئے وہ شروع ہو جاتا "کیوں بھئی شگفتہ پھر کب کھلا رہی ہو بریانی؟" "فوزی آپی ذرا یہ تو بتائیں کوفتے مضبوط کرنے کیلئے کونسا مصالحہ استعمال کیا تھا؟" ایسے میں اسرار بھائی مداخلت کر کے فیصل کو چپ کرواتے۔ پارٹی کا چرچا ابھی عروج پر تھا کہ ایک دن نورین نے جو سراغ رسانی میں ماہر تھی ایک خبر سنا کر لڑکیوں میں کھلبلی سی مچا دی۔ فوزی نے رسالے کی ورق گردانی میں مصروف عائشہ سے رسالہ چھین کر پرے پھینکا تو وہ چونک پڑی۔ "کیا ہوا؟" "تمہیں ان کتابوں سے فرصت ملے تو کچھ پتہ چلے" شگفتہ بولی "اوہو بھئی آخر کچھ بتاؤ گی تو پتہ چلے گا"۔ محترمہ ایک سنسنی خیز خبر! "تایا ابو اور تائی اماں اسرار بھائی کی شادی جلد ہی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں اسرار بھائی کو مکمل اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاں بھی چاہیں اپنی پسند کا اظہار کریں' اسرار بھائی پرسوں تک اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں گے"۔ فوزی نے بات مکمل کر کے عائشہ کی طرف دیکھا تو وہ اپنے مخصوص انداز سے مسکرا دی۔ "خبر تو خوش کن ہے لیکن یہ تم سب کیوں اتنی متجسس ہو؟" "تو کیا تمہیں اس بات سے کوئی دلچسپی

نہیں؟" شبانہ بولی۔ "قطعاً نہیں" "کیوں؟" "بھئی یہ اسرار بھائی کا خالص ذاتی معاملہ ہے اور قاضی جی کیوں شہر کے اندیشے میں خوامخواہ دبلے ہوں؟" "توبہ ہے تمہیں تو بات بتانا ہی فضول ہے' مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ تم ہو کیا چیز؟" "سمجھ نہ آنے والی چیز" عائشہ نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا' تو فوزیہ جل کر رہ گئی۔ بڑی مشکل سے منصوبہ تیار ہوا۔ اسرار بھائی شام کو گھر واپسی کے بعد جیسے ہی تایا ابو کے کمرے میں داخل ہوئے' نورین نے اطلاع دی اور وہ چاروں جلدی سے تایا ابو کے کمرے کی گیلری میں کھلنے والی کھڑکی کے پاس کان لگا کے کھڑی ہو گئیں۔ تجسس کے ساتھ ساتھ اک عجیب سی کیفیت ہر چہرے پر نمایاں تھی۔ فوزی تو دو ایک بار ماتھے سے پسینہ بھی صاف کر چکی تھی۔ جوں ہی اسرار بھائی کی آواز ابھری' تو نہ جانے کیوں سب کے دل ایک دم دھڑک اٹھے۔

وہ کہہ رہے تھے ابو! آپ نے مجھے مکمل اختیار دیا ہے کہ میں جہاں بھی چاہوں اپنی پسند کا اظہار کر سکتا ہوں' یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میں خاندان سے باہر شادی کا زیادہ قائل نہیں' "لیکن گذشتہ پانچ برس دیار غیر میں گزار کے جب ایک ماہ قبل میں اپنے گھر واپس آیا تو لمحہ بھر کو سناٹے میں آگیا" "کیا یہ وہی گھر ہے جو میں چھوڑ کر گیا تھا؟" "اتنی زبردست تبدیلی!" "سب کچھ ہی تو یہاں بدل چکا تھا" "جن اعلیٰ اقدار اور اخلاقی حدود و قیود کی مجھے مغرب میں شدت سے محسوس ہوتی رہی تہذیب جدید کا عفریت انہیں یہاں بھی نگل چکا تھا" "میں نے وہاں قدم قدم پر اپنے دامن کو سنہری زلفوں سے اس لئے بچایا کہ مجھے ان نیلی آنکھوں میں حیا کی وہ جھلک اور چمکتے چہروں پر پاکیزگی اور عفت کا وہ نور جو میرے وطن میں تھا کہیں بھی نظر نہ آیا" "مگر یہاں آکر مجھے احساس ہوا کہ یہاں بھی سارے چہرے اور ساری آنکھیں بے نور ہو چکی ہیں فرق صرف سنہری اور نیلی رنگت کا ہے" اسرار بھائی قدرے توقف کے بعد بولے۔ "ہاں صرف ایک چہرہ ایسا ہے جس پر ابھی بھی حیا اور پاکیزگی کا عکس ہے" "گذشتہ ایک ماہ سے عائشہ کے اخلاق و کردار' عادات و اطوار کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد میں نے اسے اپنی شریک حیات بنانے کا اٹل فیصلہ کیا ہے"۔ "مجھے یقین ہے کہ عائشہ جیسی لڑکی کی رفاقت آئندہ زندگی کے ہر لمحے میں راحت و شادمانی کا باعث ہوگی' کیونکہ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک لڑکی میں ہونی چاہئیں' اسرار بھائی نے تائید طلب نظروں سے تایا ابو کی طرف دیکھا۔ تو گیلری میں چار دل چھناکے سے چور چور ہو گئے۔ چہروں پر پھیلی سرخی پر شکست خوردگی کے سائے نمایاں ہونے لگے۔ اور چند لمحے پہلے تجسس و شوق سے چمکتی آنکھوں میں ویرانی در آئی۔ شاید یوں کہ وہ بنیاد پرست اور دقیانوسی لڑکی اس مرتبہ زندگی کی سب سے بڑی بازی جیت گئی۔

شاہ جیؒ کی تلاوت سے دشمن چوکڑی بھول گئے

صوفی واحد بخش صاحب دوائی فروش کلروالی (مظفر گڑھ) نے بروایت مولوی سلطان محمود دیدھیرہ ذکر کیا کہ گڑھی اختیار خاں علاقہ خان پور ضلع رحیم یار خاں کے ایک شخص نے شاہ جیؒ کو تقریر کی دعوت دی جو اس علاقہ کے مشہور بدعتی واعظ مولوی محمد یار فریدی کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت اختیار کر گئی اور اس کا آرام حرام ہو گیا۔ اس نے کثیر تعداد افراد کی ایک باقاعدہ پلٹن تیار کی کہ جس کے ذمہ جلسہ گاہ میں کنکروں اور ڈھیلوں کے تھیلے لے جا کر بیٹھنا اور تقریر کے دوران شاہ جیؒ پر انہیں پھینکنا تھا جلسہ کا آغاز ہونے ہی ان لوگوں نے اپنی پوزیشن لے لی۔ لیکن شاہ جیؒ نے کسی موضوع پر تقریر کرنے سے قبل نصف گھنٹہ تک مجمع کو تلاوت کلام پاک میں مسحور رکھا۔ جس کا معجزانہ اثر یہ ہوا کہ حملہ آور اپنی چوکڑی بھول گئے۔ پھر کوئی دو گھنٹہ تک تقریر ہوتی رہی اور جب تقریر کا اختتام ہوا تو کم و بیش ۸۰ کی تعداد میں آدمی کنکروں وغیرہ کی تھیلیوں سمیت شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت خواہ ہو گئے۔ ناقل: حضرت مرزا محمد حسن چغتائی رحمۃ اللہ علیہ

روایت صوفی واحد بخش صاحب ... ۸-۷ مارچ ۱۹۹۱ء بموقع تیرھویں شہداء ختم نبوت کانفرنس

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

● ہم سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ (غلام حیدر وائیں)

عذابِ خداوندی کا مقابلہ ـــ استغفراللہ۔

● ملتان میں ۵ ستمبر تک با اثر افراد اپنی زمینیں بچانے کے لئے بند توڑنے کی مخالفت کرتے رہے۔ (ایک خبر)

انسانیت سیاست کی نذر ہو گئی۔

● پاکستان ٹیلی ویژن میں دوپٹہ سروں سے پھر اترنے والا ہے۔ (ایک خبر)

کٹ کھنوں کو ربڑ بو کے نشریوں پہ اختیار

لم چھڑوں سے ٹیلی ویژن کا سفینہ پائمال

● کشمیر ہاؤس کے بورڈ اتروانے والی کس منہ سے کشمیر کے حق میں بات کرتی ہے۔ (چودھری نثار علی)

جس منہ سے اس کی "ماں" شیعہ مسلک پر اس کی شادی کر کے (صرف اقتدار کے لئے) اب اُسے سنی بتا رہی ہے

● بے رحم سیلاب لاکھوں گھروں کو ویران کر کے گذر گیا (ایک خبر)

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے

کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

● رقم منتخب نمائندوں کو نہ دی جائے یہ کھا جائیں گے، ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ (متأثرین سیلاب)

"بھوکے" ننگوں کو لوٹ لیں گے۔

● "لوٹے والی گفتگو" بھی یاد دلائی لیکن جامعہ اشرفیہ والے پھر بھی بلا رہے ہیں۔ (میاں اظہر۔ گورنر)

لٹ گیا دین خانقاہوں میں

● بنی شیر جو تیجو کے الیف۔ اے پاس بیٹے کو اسسٹنٹ کمشنر لگا دیا گیا۔ (ایک خبر)

اس ملک کی روایت ہے۔ یہاں ایم۔ اے پاس رکشہ چلاتے ہیں اور "میٹرک فیل" گورنر بنا دیئے جاتے ہیں۔

- نہ شہباز شریف پہنچے نہ امداد تقسیم ہوئی۔ (ایک خبر)

امداد تھی یا گیارھویں شریف کے ختم کا مال

- ڈی سی شیخوپورہ ملازمین کو فحش گالیاں دیتے ہیں۔ (فرید پراچہ)
- ڈی سی شیخوپورہ بہت اچھے ہیں اور قائداعظم کے اصولوں کے مطابق کام کر رہے ہیں (چودھری واجد)

ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

- ٹریفک پولیس نے خوش اخلاق بننے اور صاف وردیاں پہننے کا فیصلہ کرلیا۔ قانون کی خلاف ورزی سے مرتکب افراد کو سلام کرکے جرم بتایا جائے گا۔ (ایس پی ٹریفک لاہور کے دفتر میں اجلاس)

عجب تیری قدرت! عجب تیرے کھیل
چھچھوندر لگائے چنبیلی کا تیل

- چوری کی وارداتیں کرنے والے گروہ کا سرغنہ پولیس کانسٹیبل گرفتار (ایک خبر)
- پنجاب پولیس کے سب انسپکٹر سے پشاور میں چار سو کلوگرام چرس برآمد (دوسری خبر)
- ناجائز گرفتاریاں کرکے رشوت لینے والے پولیس انسپکٹر کے خلاف مقدمہ (تیسری خبر)
- چائے کے پیسے مانگنے پر پولیس پارٹی کا ہوٹل کے ملازم پر تشدد (چوتھی خبر)

غنڈہ گردی کی حد کردی چور بھی پہنے پھرتے ہیں وردی۔

- جہاں تک میری ذاتی رائے کا تعلق ہے پاکستان میں مجھے "ملا" سے گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ (عطاء الحق قاسمی)

بہاء الحق قاسمی مرحوم جیسے "ملا" سے بھی ۔ ؟

- سود کے بارے میں جو کچھ کہا میرا نہیں سرکاری مؤقف ہے۔ یہی چلے گا، ملا ازم نہیں چلے گا۔ • علماء کی شان میں کبھی گستاخی نہیں کر سکتا۔ • میں مولوی کے نظریات کو نہیں مانتا۔ (سردار آصف علی)
- پاکستان بنیاد پرستی کے لئے نہیں بنا تھا • مولویوں نے پاکستان کو اتنا بدنام کر دیا ہے کہ کوئی یہاں سرمایہ کاری کے لئے تیار نہیں • میں نے علماء کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ (رانا نذیر احمد)
- بنیاد پرست مولویوں کی حکومت آگئی تو کوئی مسلمان نہیں رہے گا، ملا سب کو ملا بنا دیں گے۔

(حاجی غلام احمد بلور)

دولت رام چوپڑہ، سردار کلبیر سنگھ اور حاجی غلام اہرمن کے بدبودار بیانات۔

(لعنت بر پدر فرنگ)

ع یہ فلفل پنجاب ہیں وہ سرحدی اچور

جناب الطاف پرواز
اسلام آباد

اظہارِ وفا

یہ اشعار بیت اللہ شریف میں دورانِ مناسک عطا ہوئے۔

آتے ہیں مناظر جو نظر کوہِ صفا کے
ہیں معجزے بکھرے ہوئے یہ سعیِ وفا کے

خوشبو سے لدے آتے ہیں جھونکے جو ہوا کے
سیلاب ہیں صحرا میں عجب نور و ضیا کے

آئے ہیں تو دامن ہے تہی اپنا بہر رنگ
جائیں گے تو بگڑی ہوئی تقدیر بنا کے

آنکھیں جو منوّر ہوں ترے فضل و کرم سے
ہر نقشِ قدم چوم لیں اربابِ وفا کے

کالا سا یہ پتھر جو ہے دیوارِ حرم میں
ہیں اس پہ عیاں رنج سبھی خلقِ خدا کے

بڑھ کر مہ و انجم سے منوّر ہیں یہ ذرّے
جن ذرّوں کو جھونکے لئے آتے ہیں ہوا کے

گو عاجز و ناچیز و گناہگار ہیں لیکن
ہم ارضِ محمدؐ پہ ہیں مہمان خدا کے

اللہ نے بخشی بڑی عزّت ہمیں لیکن
محتاج و طلب گار ہیں ایجابِ دعا کے

یہ طوفِ حرم، سعیِ مسلسل پئے عمرہ
حیلے ہیں فقط دین سے اظہارِ وفا کے

پھیلائے ہوئے آئے ہیں دامن ترے در پہ
طالب ہیں فقط تجھ سے ترے لطف و عطا کے

پرواز، یقیں تھا کہ ملے گی ہمیں عزت
اشکوں کے عوض پائے گہر جود و سخا کے

مولانا فضل الرحمٰن افضل دھرکوٹی
خانقاہ شریف

در و دیوارِ مدینہ

کبھی ہم بھی مدینے کے در و دیوار دیکھیں گے
مکینِ گنبدِ خضرا کا ہم دربار دیکھیں گے

وہ جن میں چلتے پھرتے تھے نبی تبلیغ کی خاطر
گلی کوچے وہ دیکھیں گے وہی بازار دیکھیں گے

زمیں کے چپے چپے پر جہاں ہیں ثبت صدیوں سے
نقوشِ پائے حضرت سیدالابرار دیکھیں گے

پڑھیں گے ہم نمازیں مسجدِ نبوی میں قسمت سے
عبادت و ریاضت کے عجب اسرار دیکھیں گے

جہاں نیکی کی آدھے لاکھ تک قیمت ہے بڑھ جاتی
ثواب بے پناہ کے اس جگہ انبار دیکھیں گے

جبیں رکھیں گے اپنی موضعِ قدمِ رسالت پر
تصور میں خدائے پاک کی سرکار دیکھیں گے

وہاں اصحابِ صفہ کے مقاماتِ ریاضت پر
زمانے بھر کے قطب ابدال اور اخیار دیکھیں گے

بلال ابن رباح پڑھتے اذاں تھے جن مواقع پر
وہ موقعے اور وہاں کے منبر و مینار دیکھیں گے

فرشتے جس پہ آتے ہیں درودِ پاک پڑھنے کو
اسی مرقد مبارک کے حسیں انوار دیکھیں گے

مواجہ پاک میں صلوٰت کے نغمات گا گا کر
حبیبِ کبریا کے لطف کا اظہار دیکھیں گے

ہیں محوِ خواب ہمراہ نبوت جو قیامت تک
وہ بوبکر و عمر دونوں نبی کے یار دیکھیں گے

اور اک داماد حضرت کا بقیع میں ہے پڑا سوتا
اسی عثمانِ ذی النورین کا گھربار دیکھیں گے

امام حسن زین العابدین اور فاطمہ زہرا
یہ اہل بیت ہیں ہم ان کے نیک اطوار دیکھیں گے

اور ام المؤمنین ام حبیبہ عائشہ حفصہ
جہاں لیٹی ہیں ان کی خاکِ عنبر بار دیکھیں گے

وہاں مابین بیتی منبری کا ہے جو اک روضہ
وہ باغِ خلد ہے ہم خلد کے اشجار دیکھیں گے

کبھی جائیں گے کوہِ احد کی ہم سیر کرنے کو
کبھی واں سید الشہداء کا مشہد زار دیکھیں گے

کبھی ہوگی زیارت مسجدِ جمعہ کے موقع کی
کبھی پھر خندق و احزاب کے آثار دیکھیں گے

شہیدانِ محبت کو ملیں گے بدر میں جا کر
قلیبِ بدر میں بوجہل کو مردار دیکھیں گے

جنابِ حضرتِ سلمانِ فارس کے لئے واں پر
رسول اللہ کا بویا ہوا گلزار دیکھیں گے

پڑھیں گے مسجدِ تقویٰ میں دوگانہ ہم اے افضل
قبا میں دستِ نبوی کا وہ اک شہکار دیکھیں گے

محترم عاصی کرنالی

بیاد امیر المؤمنین خلیفۂ ثالث راشد و عادل و برحق، قتیلِ تیغِ ابن سبا

شہیدِ مظلوم سیدنا عثمان بن عفانؓ سلام اللہ علیہ و رضوانہ

دینِ مبیں کو سر بہ سر تجھ سے ملی سعادتیں
امتِ مسلمہ پہ ہیں تیری ہزار برکتیں

تیرے کرم کے سامنے گرد ہیں سب سخاوتیں
دین کے نام پر نثار تیری تمام دولتیں

کثرتِ زر کے باوجود تیرا مزاج تھا غنی
پیکرِ زہد و صبر و شکر تجھ پہ فدا قناعتیں

تیرا کفِ گہر نواز مشکلِ دیں میں کارساز
ایک طرف ترا یہ خُلق، ایک طرف عبادتیں

تیری حیا سے زیست کو تربیتِ حیا ملی
بزمِ فرشتگاں میں ہیں تیری حیا کی شہرتیں

نور کی اس لڑی میں ہے تیرا جمال بھی شریک
سرورِ کائنات کو جتنی ملیں رفاقتیں

تیری شہادتِ عظیم نکتہ ہمیں سمجھا گئی
ملتا ہے یوں ثبوتِ حق، دیتے ہیں یوں شہادتیں

خون سے تیرے لالہ رنگ ہو گئی آیتِ جمیل
پڑھتے ہیں یوں کلامِ پاک، ہوتی ہیں یوں تلاوتیں

جامعِ مصحفِ خدا، مظہرِ شرعِ مصطفیٰ
تیرے ہزار مرتبے، تیری ہزار عظمتیں

حلم ترا جہاں فروز، عفو ترا حیات بخش
جیسے چمک نجوم کی، جیسے گلوں کی نکہتیں

میری تو آرزو یہ ہے آخری سانس تک لکھوں
دائرۂ خیال میں آئیں اگر فضیلتیں

عاصیٔ خوش نصیب بھی مدح طراز ہے ترا
تجھ پہ سلام زندگی، تجھ پہ خدا کی رحمتیں

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

ان کے تیچھے رہ میں حائل ہیں چٹانوں کی طرح

پھر گئے جھوٹے گواہوں کے بیانوں کی طرح
جو نظر میں تھے ہماری آسمانوں کی طرح

گر رہا ہے آج دانشور نگاہ عام میں
موسم برسات میں کچے مکانوں کی طرح

اس جہاں کی نعمتوں کو ہم ترستے ہی رہے
زندگی قید مسلسل ہے کسانوں کی طرح

ہاں یہی ''کو - ایجوکیشن'' کا کرشمہ ہے کہ اب
''رہتے ہیں چونچال پیری میں جوانوں کی طرح''

ہر کوئی ذاتی غرض سے ہے کسی کے اب قریب
پیار ہے اک بے حقیقت داستانوں کی طرح

کس طرح پائیں بھلا ہم باریابی کا شرف
ان کے تیچھے رہ میں حائل ہیں چٹانوں کی طرح

جن کے شانوں پر ''محافظ'' کی عبارت ہے رقم
بات کرتے ہیں وہ ہم سے حکمرانوں کی طرح

بل جمع کروانے والوں کا نہ پوچھو حال تم
''جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح''

جو بھی گھر داماد ہیں تائب سبھی سُسرال میں
''رہتے ہیں بتّیس دانتوں میں زُبانوں کی طرح''

تبصرہ : حافظ صفوان محمد

حُسنِ انتقاد

کتاب : خلفائے راشدین ——— حُسن کردار و عمل

ناشر: بساطِ ادب لاہور قیمت ... ——— ۲۰۰

تالیف : الشیخ خالد البیطار ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

زیرِ نظر کتاب ... نا سعید الرحمٰن علوی زیدہ مجدہٗ کی کاوش ہے ۔ جو خلفائے اربعہ (رضی اللہ عنہم) پر شیخ خالد البیطار کے اُردن سے چھپے ہوئے چار رسائل کے مولانا کے کئے ہوئے اردو تراجم اور خلیفۂ خامس و سادس (رضی اللہ عنہم) پر مولانا المحترم کے اپنے دو مضامین کا مجموعہ ہے ۔ ہمارے فاضل مترجم مولانا نے بہت ہی چابک دستی اور مہارت سے شیخ بیطار ہی کے اندازِ تحریر میں اپنے مضامین یوں مُرتّب فرمائے ہیں کہ اسلوبِ نگارش نے محترم علوی صاحب کے مضامین کو بھی شیخ کی تحریر ہی کا حصہ بنا دیا ہے ۔

سب سے بڑی خوبی جو کتاب کا طرۂ امتیاز ہے ایک نازک مسئلہ پر بحث ہے جو بہت سے دینی حلقوں میں باعثِ نزاع رہا ہے ۔ وہ یہ کہ " خلفائے راشدین " کے زمرہ میں کون کون سے مسلم خلفاء آتے ہیں آیا خلافت راشدہ کا دروازہ حضرت علیؓ پر بند ہو چکا ہے یا (محدث ملا علی قاریؒ کے مطابق) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لئے یا (مولانا علی میاں مدظلہٗ کے مطابق) اورنگ زیب عالمگیرؒ کے لئے یا پھر (حال میں موجود ایک گروہ کے مطابق) جناب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے لئے بھی کھلا رکھا جا سکتا ہے ۔

جنابِ مترجم نے اس موضوع پر " حرفے چند " کے زیرِ عنوان آغازِ کتاب میں ایک سیر حاصل بحث کی ہے انہوں نے قُرآن ، حدیث اور تاریخ کے چند در چند حوالہ جات اور اکابر و اسلاف کے اقوال کی روشنی میں حضرات خلفائے راشدین کے زمرہ میں سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضوان اللہ عنہما کو شامل کیا ہے ———

قُرآنِ مبین میں اولٓئك هم الراشدون صرف جماعتِ صحابہؓ کے لئے نازل ہوا ۔ ان میں

سیدالخلائق بعد الانبیاء سیدنا ابوبکرؓ سے لے کر سیدنا مروانؓ اور سیدنا وحشیؓ بن حرب تک تمام صحابہؓ آ گئے ہیں اور چونکہ ہر صحابی رسولؐ "الراشد" ہے اس لئے جماعتِ صحابہؓ میں سے جو بزرگ اللہ کی طرف سے نعمتِ خلافت سے بہرہ یاب ہوئے، وہ لازماً "خلفائے راشدین" کہلائیں گے۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" شہیدِ مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ختم ہے۔ جب کہ اس سے متصل ایک اور اصطلاح "خلافت خاصہ" (یعنی جب امیر اور اس کے حکم پر تمام مسلمان متفق ہوں) کی ذیل میں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم دونوں آئے ہیں کہ اگر ایک صحابیِ رسول ایک وصف کا حامل ہے تو دوسرے کے یہاں دوسرا وصف عیاں ہے! بعد میں سیدنا حسن الہاشمی رضی اللہ عنہ کے اقدامِ صلح سے حضرتِ معاویہؓ کی ذات میں دونوں اوصاف جمع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ اگر سیدنا علیؓ کی امارت کو خلافت راشدہ شمار کیا جاتا ہے تو حضرت معاویہ الاموی رضی اللہ عنہ کے عہد کو اس اصطلاح سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔

"بساطِ ادب لاہور" سے شائع شدہ اس کتاب کی انتہائی اہم خوبی یہ ہے کہ اس کتاب میں حضرات خلفاءِ راشدین المہدیین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات وخدمات کی تفاصیل کو اس انداز میں اجاگر کیا گیا ہے کہ تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے اور اپنی جرأت سے دشمنانِ دین کا قلع قمع کرنے کی "سنتِ خلفائے راشدین" کا وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ جسے اپنا کر موجودہ دور میں دین کی سربلندی کے لئے کام کرنے والے لوگ اور جماعتیں اپنی منزل کے قریب تر ہو سکتے ہیں۔

؎ تا "خلافت" کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے مانگ کر "اسلافؓ" کا قلب وجگر

انتہائی اہم موضوع پر بے حد خوشگوار اور مفید انداز میں تحریر کی گئی اس کتاب کو عام کرنے کے لئے مناسب تھا کہ اس کی قیمت کچھ کم رکھی جاتی۔ تاکہ متوسط طبقہ کا قاری بھی اسے اپنے گھر کی زینت بنا سکے۔

تاثرات وملاقات
شیخ نجم الحسن

تحریک آزادی کے بہادر کارکن

شیخ احسان اللہ احرار

محترم شیخ احسان اللہ احرار تحریک آزادی کے بہادر کارکن ہیں اور ان دنوں وزیر آباد میں زندگی کے باقی ایام جوانمردی کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود آواز میں وہی کڑک اور لہجہ میں کھنک باقی ہے جو ان کے عہد شباب کی جولانیوں کا پتہ دیتی ہے۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری ہے انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے مگر استقامت کے ساتھ مصائب کو برداشت کیا، ایک وفادار انسان! کہ جو نصف صدی قبل تحریک آزادیٔ کشمیر کے دوران احرار رضاکار بھرتی ہوا مگر تا ایں دم مجلس احرار ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ سیاسی لیل و نہار اور نشیب و فراز انہیں احرار سے جدا نہ کر سکے۔

شیخ احسان اللہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں حاجی شیخ عنایت اللہ کے ہاں وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد رمضان خطیب جامع مسجد حنفیہ بازار والی (وزیر آباد) سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی مگر جدوجہد آزادی میں بھرپور شمولیت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ بعد میں علم طب سے تعلق پیدا کیا باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اور وزیر آباد میں حبیبیہ دواخانہ قائم کیا۔ تمام عمر رزق حلال کمایا اور حاجت مندوں کی خدمت کرتے رہے۔ وہ اپنی اجتماعی زندگی میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہنے کے ساتھ ساتھ مختلف سماجی و اصلاحی تنظیموں سے بھی منسلک رہے اور بے لوث خدمات سر انجام دیتے رہے۔ کمپنی کمانڈر قومی رضاکار تنظیم وزیر آباد۔ میونسپل کمشنر، بی ڈی ممبر بلدیہ وزیر آباد۔ سیکرٹری وارڈن شہری دفاع وزیر آباد۔ ستوئی انجمن نصرت الحق، جامع مسجد حنفیہ بازار والی وزیر آباد وغیرہ وغیرہ۔ شیخ صاحب ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام وزیر آباد کے صدر بھی رہے۔

ان کے والد ماجد جناب حاجی شیخ عنائت اللہ مرحوم۔ ۱۹۱۹ء مین جلیانوالہ باغ (امرتسر فوج کی) فائرنگ کا ظلم برداشت نہ کر سکے اور وزیر آباد میں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے نتیجتہً گرفتار ہوگئے۔ جلیانوالہ، اور ڈنگہ پر جب انگریزوں نے حملہ کیا تو ان کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے وزیر آباد آگئے۔ اس شہر کو انگریز کے خلاف جدوجہد کا مرکز بنایا۔ تحریک سول نافرمانی کے دوران انگریزی حکومت کا ظالم نظام درہم برہم کردیا۔ ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ ریلوے سگنل توڑ ڈالے اور اسٹیشن کو آگ لگادی۔ بعد میں گرفتار ہوئے تو پھانسی کی سزا سنادی گئی مگر عدم ثبوت کی بناء پر سزا ۹ ماہ کردی گئی۔ اور گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں مشقت کرتے رہے۔

شیخ احسان اللہ احرار کی زندگی ایک جہد مسلسل اور وفا و ایثار کی تابندہ مثال ہے۔ ایسے ہزاروں کارکن ہیں جو گمنامی میں چلے گئے ہیں مگر ان کے کارہائے نمایاں سے نئی نسل قطعی بے خبر ہے شیخ صاحب کی زندگی کی ایک واقعاتی جھلک ملاحظہ فرمائیں

۵۲-۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر شریعت نے گکھڑمنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا شیخ صاحب ان دنوں پولیس قومی رضاکار کے کمپنی کمانڈر تھے۔ اور مجلس احرار سے وابستہ تھے۔ جناب شیخ صاحب نے حضرت شاہ جی کو عسکری سلامی دینے کا پروگرام بنایا۔ شیخ احسان اللہ صاحب کا کہنا ہے کہ "میں نے سوچا کہ حضرت شاہ جی کو پورے اعزاز کیساتھ جلسہ گاہ میں لایا جائے اور انہیں عسکری سلامی پیش کی جائے مارچ پاسٹ اور معائینہ پریڈ کرائی جائے۔ اس کیلئے میں گکھڑمنڈی گیا۔ اور جماعتی ساتھیوں سے اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔ مگر میں مایوس نہ ہوا۔ واپس آکر پولیس قومی رضاکاروں کو تیار کیا اور پوری کمپنی کو ساتھ لیکر جلسہ گاہ میں سب سے پہلے پہنچ گیا۔ جلسہ نماز عشاء کے بعد ہونا تھا۔ میں نے پنڈال میں پہنچ کر ساتھیوں (قومی رضاکاروں) کو ہوشیار کیا۔ اور ہم شاہ جی کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد فضاء نعروں سے گونج اٹھی چند لمحوں میں شاہ جی سٹیج پر تشریف لائے۔ میں پریڈ کرتا ہوا سٹیج کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چونکہ میں قومی رضاکار کی وردی میں تھا۔ محترم شاہ جی سٹیج پر کھڑے ہو گئے۔ اور کچھ دیر بعد شاہ جی نے مجھے پہچان لیا۔ اور فرمایا "تم احسان اللہ ہی ہو؟" میں عرض کیا جی ہاں!

پھر شاہ جی نے وزیر آباد کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا (جن میں لالہ ابراہیم، بابو غلام رسول بی۔ ڈی ممبر، حبیب اللہ سالار شامل تھے) اس کے بعد شاہ جی نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کیا آپ جانتے ہی ہیں کہ میں پولیس قومی رضاکار کا کمپنی کمانڈر ہوں اور میں آپ کو سلامی دینا چاہتا ہوں۔ مگر مقامی ساتھی اجازت نہیں دے رہے۔ شاہ جی نے فرمایا "تو بھائی بتاؤ میرے لائق کیا خدمت ہے؟" میں نے قبلہ شاہ جی کو پریڈ کے بارے میں بتایا تو شاہ جی میرے اس جذبے سے بے حد متاثر ہوئے اور سٹیج پر نیچے پاؤں لٹکائے بیٹھ گئے اور فرمایا "جب تک میرا یہ بیٹا راضی نہیں ہوتا میں تقریر نہیں کرونگا۔ صدر جلسہ اور منتظمین جلسہ میرے اس بیٹے کو راضی کرلیں اجازت ملنے پر میں نے اپنی کمپنی کو باواز بلند ہوشیار کیا۔ چند ہی لمحوں میں رائفلوں کے دستوں پر جوانوں کے ہاتھوں کی آواز فضا میں گونج اٹھی اور ساتھ ہی بینڈ نے سلامی کی دھن بجائی۔ ہماری کمپنی کے جوانوں کے آگے بینڈ کا دستہ تھا۔ اس کے پیچھے میں اپنی کمپنی کی کمان کرتا ہوا سٹیج کے سامنے سے گزرا آپ نے پہلے بینڈ کے کمانڈر کے عسکری سلام کا اور بعد میں میرے عسکری سلام کا جواب دیا ہم پریڈ کرتے ہوئے جس جگہ سے چلے وہاں واپس جا کر قطاروں میں کھڑے ہو گئے پھر میں شاہ جی کے پاس دوبارہ سٹیج کے قریب گیا اور آپ سے درخواست کی کہ کمپنی برائے معائنہ تیار ہے۔ آپ میرے پیچھے آتے ہوئے جوانوں کے قریب آئے آپ جوانوں کو دیکھتے ہوئے قطاروں کے آگے سے گذرے۔ اس معائنہ کے بعد میں شاہ جی کو عسکری انداز میں پورے اعزاز کیساتھ سٹیج پر لے آیا۔ آپ سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور میں واپس اپنے کمپنی جوانوں کے پاس چلا گیا۔ جلسہ کی کارروائی ہماری اس گھنٹہ بھر کی کارروائی کے بعد شروع ہوئی۔

ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں میں اور میرے ساتھ مولانا محمد چراغ، قاضی نور محمد پیر بشیر شاہ آف سوہدرہ وغیرہ پر مشتمل تقریباً ۶۵ افراد تھے۔ مولانا محمد چراغ مرحوم مجھ سے بہت محبت کرتے تھے ہم لوگ ساڑھے تین ماہ جیل میں رہے جیل میں مولانا کے ایک شاگرد مولوی عبد المالک اور

جماعت اسلامی کے چودھری محمد اسلم بھی تھے۔ ایک دن دستر خوان پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے حضرت امیر شریعت کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ میں لب و لہجہ برداشت نہ کرسکا سالن سے بھرا ہوا پیالہ اس کے منہ پر دے مارا۔ اور خوب بے نقط سنائیں مولانا محمد چراغ مرحوم نے اسے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ تم حضرت شاہ جی کے متعلق معقول لب و لہجہ اختیار کیا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے پھر تم نے ان کے ایک عقیدت مند کے سامنے یہ حرکت کر کے بہت برا کیا"

اتنے میں سپرنٹنڈنٹ جیل سید دولت علی شاہ آگئے اور ہنستے ہنستے کہنے لگے کیا ہوا آپ لوگ جیل میں بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے آپ کو بی کلاس ملی ہوئی ہے گوشت بھی ملتا ہے ان لوگوں سے پوچھئے جنہیں سی کلاس ملی ہوئی ہے۔ میں نے کہا جناب مجھے چکی میں بند کر دیں میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا بالآخر اس نے مجھے ہسپتال بھجوادیا۔

ایک دن مولانا محمد چراغ مرحوم نے مجھے کہا کہ وہ بزرگ جو چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ ان سے جاکر پوچھو کہ چھٹے دن تو ہمیں گوشت ملتا ہے ہم کھا کر الحمد للہ پڑھتے ہیں ساتویں دن دال ملتی تو اس کے کھالینے کے بعد الحمد للہ کہہ دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا میرا یہ کہنا تھا کہ وہ حضرت موصوف جوتا اٹھا کر دوڑے وہ میرے پیچھے پیچھے اور میں پوری جیل میں آگے آگے۔ ہم دونوں ہانپ گئے۔ تو مولانا محمد چراغ پھر آگے بڑھے اور بیچ بچاؤ کرادیا اور کہنے لگے کہ حضرت یہ نوجوان ہنس مکھ اور بامذاق آدمی ہے اس کی باتوں کا برا نہ منائیں۔

یہ بزرگ قلعہ دیدار سنگھ کے حضرت قاضی نور محمد تھے ان کی موٹی آنکھیں سرخ انگارہ معلوم ہوتی تھیں، چہرہ بارعب، جلالی بزرگ تھے میں ان کے مزاج سے واقف نہ تھا۔ مگر مولانا چراغ صاحب انہیں خوب جانتے تھے۔

آزادی سے قبل کا واقعہ ہے کہ حافظ آباد میں قادیانیوں کا جلسہ ہوتا تھا ادھر وزیر آباد میں مجلس احرار کے کارکنوں کو بھی اس بات کا علم ہوگیا۔ اور طے پایا کہ قادیانیوں کا جلسہ کہیں بھی کامیاب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر جلسہ ہو تو درہم برہم کردیا جائے چنانچہ چند ساتھی حافظ آباد مرزائیوں کا جلسہ ناکام کرنے کا مشن لیکر گئے۔ ہر رضاکار کی الگ الگ ڈیوٹی لگادی گئی۔ ایک رضاکار نے شامیانوں کی رسیاں کاٹنی تھیں دوسرے کے ذمہ گیس کا بجھانا اور تیسرے نے بروقت سب کو آگاہ کرنا تھا۔ میری ڈیوٹی سب سے الگ تھی اور وہ یہ تھی کہ جب شامیانے گرنے لگیں تو مجھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے پانچ چھ مرتبانوں کو سٹیج پر پھینکنا تھا۔ اس مشن پر جب روانہ ہونے لگے تو وزیر آباد میں ہمارے ایک نیک سیرت بزرگ، جماعت کے سرگرم رکن اور ہمدرد ساتھی نے مجھے کہا کہ بیٹا جانے سے پیشتر مجھ سے ملکر جانا وہ بزرگ بتاشوں کا کام کرتے تھے۔ اس زمانے میں شام چھ بجے گاڑی حافظ آباد جایا کرتی تھی۔ میں اپنے بزرگ ساتھی جودارہ کبوتراں کے مقابل بتاشے بناتے تھے۔ انکی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے تھیلے میں پانچ۔ چھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے مرتبان جن کے منہ موٹے کاغذ سے بند تھے مجھے دیئے۔ اور فرمایا پنڈال میں کسی کونے میں بیٹھے رہنا اور جب شامیانے گرنے کے لئے حرکت میں آئیں ایک ایک کرکے مرتبان سٹیج پر پھینکتے جانا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مرتبانوں میں کیا ہے اور میں نے پروگرام کے مطابق ایسا ہی کیا مرتبانوں کا سٹیج پر گرنا ہی تھا کہ اس میں سے کالی بھڑیں آناً فاناً نکلیں اور چھڑ گئیں انہوں نے سٹیج پر موجود قادیانیوں کو کاٹنا شروع کردیا۔ کسی کی ناک پر کسی کے ہونٹ اور آنکھ پر کسی کے کان اور گال پر یہ عجیب منظر تھا اُدھر سائبانوں کے گرنے کی وجہ سے

بھگدڑ مچی ہوئی تھی تو ادھر سٹیج پر بھڑوں نے اپنا پروگرام شروع کیا ہوا تھا۔ دوسرے روز قادیانی جب بازار سے گذرے تو ان کی حالت قابل دید تھی۔ کیونکہ بھڑوں نے ان کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

اسی طرح موتی بازار وزیر آباد میں مرزائیوں نے اپنے مرزواڑے کے سامنے ایک جلسہ رکھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ چونکہ جلسے عموماً رات ہی کو ہوا کرتے تھے۔ رات کے وقت ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ ہم نے پھر پروگرام ترتیب دیا اس مرتبہ انداز پہلے سے جدا تھا گیس لیمپ اور سائبانوں کی ڈیوٹیاں تو حسب سابق ہی تھیں مگر سٹیج کا نشانہ علیحدہ تھا۔ ہم چند ساتھی سامنے کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ہمارے ہاتھوں میں لوہے کی بڑی بڑی پچکاریاں تھیں جن میں سیاہی بھری ہوئی تھی جب جلسہ شروع ہوا پہلے تو گیس لیمپ توڑے گئے جس سے اندھیرا ہو گیا چونکہ ہم سٹیج کی مخالف سمت میں تھے۔ ہم نے پچکاریاں چلانا شروع کر دیں ان میں موجود گاڑھی سیاہی نے سٹیج پر موجود تمام قادیانیوں کے چہروں کو سیاہ کر دیا۔ کافی روز گزرنے کے بعد بھی ان کے مکروہ اور "ڈب کھڑبے" چہروں سے سیاہی نہ اتر سکی۔

شیخ صاحب بنیادی طور پر ایک کارکن تھے اور عمر بھر کارکن ہی رہے۔ بہادر کارکن جماعتوں کا اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو تاریخ کا حصہ بننے کے قابل ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آئندہ کسی صحبت میں ان کا مفصل انٹرویو ہدیہ قارئین کیا جائیگا۔ ان شاء اللہ

طلوعِ سحر

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ کی گذشتہ پچیس برسوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے موضوع پر ہونے والی تقاریر کی جلد اوّل

طلوعِ سحر کے نام سے معاویہ پبلیکیشنز کے زیر اہتمام شائع ہو گئی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل اور کمپیوٹر کتابت سے مزین۔

۵۲۸ صفحات سیرت و تاریخ کے اہم موضوعات پر سیر حاصل خطبات۔

علماء، طلباء، اور عامۃ الناس کے لئے یکساں افادیت کی حامل ایک بیش قیمت دینی پیش کش۔

قیمت: ۱۸۰ روپے

★ بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

چمن چمن اُجالا

حبیب اللہ رشیدی
ربوہ

دینِ حق کی تبلیغ واستحکام کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مرزا قادیانی "تسلیم خود" انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ عقیدہ ختمِ نبوت کا تحفظ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے۔

مسجد احرار ربوہ میں منعقدہ چودھویں سالانہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس اور جلوس سے ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المہیمن بخاری اور دیگر زعماء احرار کا خطاب

مسجد احرار ربوہ کا وسیع ہال اور صحن فدائین ختم نبوت کے فلک بوس نعروں سے گونج رہا تھا۔ ہر طرف سرخ قمیصوں میں ملبوس سرفروشانِ احرار نظر آ رہے تھے۔ اور سرخ پرچموں کی بہار نے مجاہدینِ احرار کے جذبوں کو جوان کر دیا تھا۔ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء کو چودھویں سالانہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس حسبِ سابق پورے تزک واحتشام کے ساتھ ربوہ میں منعقد ہوئی، ملک بھر میں سیلاب کے باعث کئی قافلے کانفرنس میں شریک نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود حاضری زبردست تھی اور وفادارانِ احرار کا جذبہ دیدنی تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی بھی سیلاب کے باعث راستے بند ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ کانفرنس کی صدارت ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے فرمائی۔ نماز جمعہ سے قبل حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے افتتاحیہ کلمات سے کانفرنس کا آغاز فرمایا۔ تلاوت قرآنِ کریم نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ترانۂ احرار کی تمہیدی کارروائی کے بعد مختلف خطباء احرار نے خطاب کیا۔

مولانا محمد یوسف احرار (لاہور) نے اپنے خطاب میں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ورسول ہیں اور یہ فیصلہ خود اللہ نے فرما دیا ہے۔ مرزائیوں نے بھی لفظ "خاتَم" کے زیر وزبر بدل کر لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح اجراءِ نبوت ثابت ہو جائے مگر انہیں ہر مرتبہ منہ کی کھانی پڑی۔ "خاتَم" کا معنیٰ ہر اعتبار سے ختم کرنے والا اور مہر کے ہیں۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں پر مُہر ہیں۔ اب قیامت تک اور کوئی نبی

ورسول نہیں آئے گا۔ اور بنی نوعِ انسان شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوکر ہی رضاءِ الٰہی حاصل کر سکتے ہیں
مولانا محمد مغیرہ (گڑھا موڑ) نے فرمایا کہ عقیدۂ ختمِ نبوت مسلمانوں کی وحدت و یک جہتی کی علامت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کے بعد کسی اور کے آنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ جب دین مکمل ہو چکا تو اب قیامت تک اسی پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ مرزائی سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد کے حوالے سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک کے مطابق مسیح علیہ السلام نئی شریعت یا نبوت لے کر نہیں آئیں گے۔
بلکہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے اور اسی شریعت کے نفاذ و استحکام کی جدوجہد فرمائیں گے۔
وہ حضور علیہ السلام کے اُمتی کی حیثیت سے اس دنیا میں قربِ قیامت میں ظہور پذیر ہوں گے، اور اپنا فرض ادا کریں گے
امت ان کے انتظار میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے رہنے کا کہیں بھی حکم نہیں۔ بلکہ قیامت تک ہر مسلمان کو دینِ اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کرنے کا حکم ہے۔

قاری محمد یامین گوہر نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کے رہنما اور کارکن فتنۂ مرزائیت کا محاسبہ و تعاقب جاری رکھیں گے۔ اور ہر محاذ پر ان دین دشمنوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کریں گے۔ مسجد احرار ربوہ کے خطیب مولانا اللہ یار ارشد نے اپنے مفصل خطاب میں مرزائیوں کے عقائد، سیاسی عزائم اور ملک و ملت کے خلاف ان کی سازشوں کو طشت از بام کیا۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز کی امامت بھی۔
بعد ازاں حضرت کی قیادت میں حسبِ سابق سرخپوشانِ احرار اور فدائینِ ختم نبوت نے ایک عظیم الشان جلوس نکالا۔ ربوہ کی فضا میں ہر طرف سرخ پرچم لہرا رہے تھے۔ جن کی ٹھنڈی چھاؤں میں قافلۂ احرار رواں دواں تھا۔ وہی جوش، وہی جذبہ اور وہی قوتِ ایمانی کا بھرپور اظہار سبحان اللہ سبحان اللہ۔ جلوس اقصیٰ چوک پہنچ کر رُک گیا اور نعروں کی آواز میں ایک زوردار آواز بلند ہوئی، میں نے جلوس کی چاروں جانب نظر دوڑائی تو ایک کونے میں جناب عبداللطیف خالد مجاہدِ احرار سے مخاطب تھے۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ و ایمان ایک مسلمان کی سب سے بڑی متاع ہوتی ہے۔ اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو ساری زندگی بے ڈھب ہے
انہوں نے کہا کہ مسئلہ ختم نبوت بھی عقیدۂ و ایمان کا حصہ ہے اور احرار اسی کے تحفظ کے لئے سرگرم ہیں۔
انہوں نے مرزائیوں پر واضح کیا کہ ہم اپنی اس خالص دینی جدوجہد کے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو ہٹا دیں گے اور ہمارا ماضی اس پر گواہ ہے۔

جلوس ذرا آگے چل کر کچھ فاصلے پر مرزائیوں کے "ایوانِ محمود" کے روبرو پہنچ کر پھر رُک گیا، ایک بار پھر سرفروشانِ احرار نے توحید و ختمِ نبوت کا اعلان پوری قوت کے ساتھ کیا۔ ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت" کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے آیت خاتم النبیین اور حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے بعد مختصراً مرزائیت کے مذہبی، سیاسی، اور معاشی دجل و فریب اور سازشوں کی نقاب کشائی کی۔ انہوں نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی اپنے کردار کے لحاظ سے ایک شریف آدمی بھی نہیں تھا۔ چہ جائیکہ اُسے مقامِ نبوت پر فائز کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی بھارت اور اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ دُنیا میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان قادیانیوں نے پہنچایا ہے۔ سید کفیل بخاری نے کہا کہ لندن کے سالانہ اجتماع میں مرزا طاہر نے بھارت زندہ باد کے نعرے لگائے ہیں۔ مرزائی پاکستان کے بھی دشمن ہیں، انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مرزا طاہر کو ملک سے غداری کے مقدمہ میں فوراً گرفتار کرلیا جائے۔

جلوس کی آخری تقریر ابنِ امیرِ شریعت حضرت قاری سید عطاء المحسن بخاری نے فرمائی۔ انہوں نے تمام مرزائیوں کو دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم محبت کی دعوت لے کر آئے ہیں اور خلوصِ دل کے ساتھ تمہارے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں۔ خُدارا! قرآن کریم میں غور کرو! مقام و منصبِ نبوت کو سمجھو! پھر دیکھو تم پر ہدایت نازل ہوگی۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ ہم امن کے داعی ہیں اور پُرامن رہتے ہوئے دین اسلام کی دعوت دیتے رہیں گے۔ کیونکہ ہر مسلمان کا بنیادی حق ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا غلام قادیانی انگریزوں کے آگے جھک گیا اور خود اپنے بقول وہ ان کا "خود کاشتہ پودا" بن گیا۔

تم ضیاء الحق شہید سے ڈر گئے اور بلوں میں گھس گئے تم نے وہی کردار ادا کیا جو تمہارے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کا تھا۔ مگر ہم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں نہ پہلے کسی سے ڈرتے تھے نہ آئندہ دبیں گے۔ دینِ حق کے بول بالے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

حضرت شاہ جی مدظلہ، رقت انگیز دعا کے ساتھ جلوس بخاری مسجد پہنچ کر اختتام پذیر ہوا۔

غلام حسین
ناظم اعلیٰ مجلس احرارِ اسلام (ڈیرہ اسمٰعیل خان)

جمہوریت شیطانی چکر ہے، علماء نے اسمیں پھنس کر دینی تحریک کو برباد کردیا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت میں مسلمانوں کو خون میں نہلانے والے ظالم حکمران اللہ کے عذاب کا شکار ہیں۔

مجلسِ احرارِ اسلام میں شامل ہو کر حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد تیز کردیں۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان میں مختلف اجتماعات سے ابنِ امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی کا خطاب

ڈیرہ اسمٰعیل خان روزِ اول سے ہی اکابر احرار کی جولان گاہ رہا ہے۔ تحریک آزادی کے دوران اکابر احرار نے جہاں برصغیر کے دوسرے شہروں کو اپنی جدوجہد کا ہدف بنایا۔ وہاں ڈیرہ اسمٰعیل خان کی خاموش فضاؤں کو بھی اپنے رجز یہ ترانوں سے حرارت بخشی اور یہاں کے سکوت کو توڑ کر انسانوں کو متحرک کردیا۔ خصوصاً حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے اس علاقے کا چپہ چپہ چھان مارا اور اپنے وعظ و تقریر سے تبلیغ دین کا فریضہ پوری قوت اور جرأت کے ساتھ سرانجام دیا۔ انہوں نے جہاں لوگوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی وہاں ان میں دینی شعور کی بیداری کا سب سے اہم کام بھی انجام دیا ـــــ یہ تسلسل آج بھی موجود ہے۔ شاہ جیؒ کے متوالے اور احرار کے جیالے رضاکار آج بھی اپنے اسلاف کے مشن کے تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ابنِ امیر شریعتؒ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کی دعوت پر ۲۸ اگست کو یہاں پہنچے تو مجلس کے مقامی عہدہ دار اور کارکن ـــــ سراپا استقبال تھے۔ اور دیدہ و دل فرشِ راہ اُن کے منتظر تھے۔

مجلس کے مرکزی رہنما حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے اپنے دوروزہ قیام کے دوران مختلف اجتماعات سے خطاب فرمایا، احرار کارکنوں سے ملاقات کی اور انہیں تنظیمی امور کے سلسلہ میں ہدایات دیں۔ آپ کی قیام گاہ پر معززینِ شہر کا تانتا بندھا رہا۔ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب ملاقات کے لئے آتے رہے۔

حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے مسجد خلیل ظفر آباد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے مجلسِ احرارِ اسلام کی ساٹھ سالہ تاریخ پر سیر حاصل گفتگو کی، آپ نے احرار کی دینی و سیاسی خدمات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کے دفاع کے لئے مجلس احرار کی جد وجہد اور مثالی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آپ نے کہا کہ مجلس کے کارکن قائدِ تحریک تحفظ ختمِ نبوت ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری کی راہنمائی اور سیادت میں دین دشمن قوتوں کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ آپ نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ مجلس میں شامل ہو کر دین کی سربلندی اور استحکام کے لئے خلوص وللّٰہیت سے کام کریں۔

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نے مکی مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا اور تقریباً ایک گھنٹہ لوگوں کو خطاب کیا۔ آپ کی گفتگو فضائل درود شریف اور اصلاحِ اعمال کے موضوع پر مشتمل تھی۔ آپ نے لوگوں کو تلقین فرمائی کہ کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا کرو۔ اس سے نہ صرف آپ کی روح مطہر ہو گی بلکہ اعمال میں بھی تبدیلی آئے گی اور دل و دماغ پاکیزہ افکار و خیالات کا مرکز و محور بن جائیں گے پھر اللہ کی بے پناہ رحمتیں بھی نازل ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ معاشرہ کی تمام برائیاں اور امتِ مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی اپنے دین سے دوری اور اللہ و رسول سے بے تعلقی کا نتیجہ ہے اور یہ دنیا میں بہت بڑی سزا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں استغفار کریں اور اپنی آئندہ زندگی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع رہ کر گذارنے کا عہد کریں۔

بعد نمازِ عشاء "نور مسجد" امیر معاویہ بازار میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام یاد امیر شریعتؒ ایک جلسہ کا اہتمام تھا۔ مجلس کے مقامی صدر حاجی عبدالعزیز صدرِ جلسہ تھے۔ اور راقم نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے امیر معاویہؓ مسجد کے استاذ حافظ عبداللطیف صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت پیرجی مدظلہ کا بیان سننے کی غرض سے یہاں موجود تھی۔ حضرت سے قبل مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے خطاب فرمایا۔ آپ نے حضرت امیر شریعتؒ اور ان کی جماعت مجلس احرارِ اسلام کی خدمات اور شاندار کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس جرأت و بے باکی کے ساتھ حضرت امیر شریعتؒ اور ان کے رفقاءِ احرار نے انگریز سامراج کے خلاف جد وجہد کی وہ انہی کا حصہ ہے۔ جو ظلم اور ستم انہوں نے برداشت کئے وہ انہی کا حوصلہ تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ ایک ولیِّ کامل، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم سیاست دان اور غیرت مند انسان تھے۔

حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری کا ولولہ انگیز خطاب

رات کے دس بج رہے تھے۔ شاہ جی نعروں کی گونج میں مائیک پر تشریف لائے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ اور

قرآنِ کریم کی آیات اس خوش الحانی سے تلاوت فرمائیں کہ حضرت امیرِ شریعتؒ کی یاد تازہ ہوگئی، مسجد کا وسیع صحن لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ امیر معاویہ بازار کے تختوں اور دکانوں پر لوگوں کی ایک کثیر تعداد گوش بر آواز تھی۔ وہ سب کے سب شاہ جیؒ کی تلاوت اور تقریر کی تاثیر میں ڈوب چکے تھے اور جلسہ کے اختتام تک اپنی جگہ پر کیف و مستی کے عالم میں کھڑے رہے۔ شاہ جی نے حضرت امیرِ شریعتؒ کی برپا کردہ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (۱۹۵۳ء) کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت کے مسلم لیگی حکمران خواجہ ناظم الدین، دولتانہ اور ہلاکو و چنگیز کے روحانی فرزند جنرل اعظم خان نے بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ یہ تاریخ کے بدترین لوگ اور ظالم ترین حکمران تھے۔ پاکستان کے تیرہ ہزار مسلمان ان کی گولیوں کا نشانہ بنے اور عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ روزِ محشر احکم الحاکمین کے روبرو انہیں زبردست ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور یقیناً ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جن لوگوں کے ہاتھ فدائینِ ختمِ نبوت کے خون بے گناہی سے رنگے ہوئے ہوں وہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں۔؟ اعظم خان اور دولتانہ زندہ ہیں مگر ذلت و رسوائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

شاہ جی نے فرمایا کہ حضرت امیرِ شریعتؒ اور ان کے رُفقاء نے اس دھرتی پر خالص دینی جدوجہد کی اور پورے اخلاص کے ساتھ انگریز اور اس کے نظام کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ انہیں بیڑیاں پہنائی گئیں، قید کیا گیا، اور ظلم کے تمام ہُنر آزمائے گئے۔ مگر ان کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی۔

انہوں نے تقسیم ہند سے قبل اور بعد جو کچھ کہا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ چند خاندان ہم پر بطور حکمران مسلط ہیں، اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ خود پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ نے نظریہ پاکستان کو متنازعہ بنا دیا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ جوں کا توں ہے، مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا ہے، سندھو دیش، پختونستان اور مہاجر اسٹیٹ کے فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ انہی خدشات کا اظہار اکابرِ احرار نے پینتالیس برس قبل کیا تھا۔ ہمیں دکھ ہے کہ وطن عزیز جتنی قربانیوں کے عوض حاصل کیا گیا تھا وہ رائیگاں گئیں۔ شاہ جی نے فرمایا جب تک نظام نہیں بدلا جائے گا ملک ترقی و استحکام کے راستے پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ مجلس احرار اسلام نتائج و صلہ سے بے نیاز ہو کر محض رضاءِ الٰہی کے لئے دینی محنت کر رہی ہے۔ ہم اپنا فرض نبھائیں گے، حکمرانوں کو جھنجھوڑیں گے اور قوم کو خطرات سے آگاہ کریں گے۔ یہ ہمارا بنیادی حق ہے اس سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ نے احرار کارکنوں سے کہا کہ حضرت امیرِ شریعت نے تمام عمر مرزائیوں، رافضیوں اور تمام دین دشمن قوتوں کے خلاف اپنی زبان اور ہاتھ دونوں سے جہاد کیا۔ ہمارے اسلاف نے جو راستہ ہمیں دکھلایا ہے وہ سچا اور

کھرا راستہ ہے ہمیں اس پر ذرا بھی شک وشبہ نہیں۔ احرار ساتھیو! اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تمام دین دشمن قوتوں کے خلاف صف آرا ہو جاؤ۔ جمہوریت اور جمہوری سیاست کے شیطانی چکر سے نکل کر خالص دین کی جدوجہد کرو، کامیابی وکامرانی ان شاء اللہ تمہارے قدم چومے گی۔

رات بھیگ چکی تھی اور سامعین گوش بر آواز تھے۔ مگر شاہ جی نے توحید وختم نبوت زندہ باد کے فلک بوس نعروں کی گونج میں تقریر ختم کر دی۔

اس جلسہ کے منتظمین میں جن کارکنانِ احرار نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں مقامی عہدیداروں کے علاوہ جناب مشتاق احمد صاحب، کنوز عبدالرحیم، محمد جاوید، حافظ محمد سعید اور چودھری نور الدین کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔!

عبدالخالق خلیق

- اللہ کے ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اختیار کر کے اپنی رُوحانی وعملی زندگی کو منوّر کر لو۔!
- دین کا کام ذاتی شہرت کے لئے نہیں رضاء الٰہی کے لئے کریں

ابن امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ گذشتہ دنوں چکڑالہ وتلہ گنگ کے مختصر دورہ پر تشریف لائے تو احرار کارکن ان کے لئے سراپا استقبال تھے۔ حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کے قدیم خادم محترم کپتان غلام محمد صاحب (نعت خوان) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جو اس دور میں ایثار و وفا کی عملی تصویر ہیں۔ وہ گذشتہ پچاس برس سے مجلسِ احرار سے منسلک ہیں اور اس علاقہ میں ان کا وجود اسلافِ احرار کی نشانی اور مجلسِ احرار کی علامت ہے۔ اس مرتبہ بھی ان کی دعوت پر حضرت شاہ جیؒ یہاں تشریف لائے اور انہوں نے احرار کارکنوں سے ملاقات کی۔ مجلس احرار کی تنظیم وترقی کے لئے کارکنوں کو ہدایات فرمائیں۔ شاہ جی نے فرمایا کہ اپنی عملی زندگی میں دین کو غالب کر لو تو سارے مسائل اور مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ذات کی تشہیر اور مفاد کیلئے دین کا کام کرنے والے دنیا وآخرت میں برباد ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کی عزت اور اس کی پہچان دین کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے محض اس کی رضا کے لئے دین کی محنت میں سرگرم ہو جانا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس علاقہ میں شہیدِ احرار مولانا

محمد گل شیر شہیدؒ نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے بے مثال محنت کی اور اللہ کے سوا دنیا کی ہر طاقت سے ٹکرا گئے ۔ ان کے دل میں صرف اللہ کا خوف تھا ۔ اسی لئے کوئی طاقت انہیں خوف زدہ نہ کر سکی اور مولانا گل شیر شہید اللہ کے دین کے راستے میں شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے ۔ آپ نے کارکنوں کو ہدایت فرمائی کہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر صرف آخرت کے اجر کے لئے اللہ کے دین کے سپاہی بن جاؤ !

حضرت شاہ جی تلہ گنگ بھی تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں کارکنوں سے ملاقات کی ۔ آپ نے تمام احرار رضا کاروں کو ہدایت فرمائی کہ مجلس کے کام کو دین کا کام سمجھ کر سرانجام دیں ۔ اجتماعی زندگی میں نظم و ضبط کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے ۔ اس لئے اپنے اندر یہ صفت بھی پیدا کریں ۔ آپ نے فرمایا کہ دشمنانِ خدا، دشمنانِ رسول اور دشمنانِ ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے خلاف کمر بستہ ہو جائیں ۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے ، اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں بہر نوع اس سے عہدہ برآ ہونا ہے ۔

شاہ جی نے کارکنوں سے فرمایا کہ اپنی روحانی زندگی کو اللہ کے ذکر سے منور کرو اور عملی زندگی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے مزین کرو ۔ دنیا میں کامیابی کا وعدہ نہیں مگر آخرت کی کامیابی یقینی ہے ۔

اظہار تعزیت

O ممتاز عالم و خطیب مولانا عبد الستار توحیدی گزشتہ ماہ راولپنڈی میں انتقال کر گئے ۔ مولانا راولپنڈی میں مسجد حنفیہ کے خطیب اور مدرسہ کے بانی تھے ، تمام عمر توحید و ختم نبوت کی تبلیغ میں بتا دی ۔ ان کے فرزند مولانا محمود الحسن توحیدی ہمارے مہربان دوست اور ادارہ کے معاون ہیں فیصل آباد میں دین کی خدمت میں مصروف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے ۔

O مولانا غلام اللہ خان مرحوم کے صاحبزادے قاضی احسان الحق صاحب چند روز قبل راولپنڈی میں انتقال کر گئے وہ راجہ بازار میں اپنے والد ماجد کے قائم کردہ مدرسہ و مسجد کے مہتمم تھے ۔

چیچہ وطنی کی بزرگ شخصیت حاجی راؤ معدلت حسین انتقال کر گئے ہیں ان کی نماز جنازہ پیر جی عبد العلیم رائے پوری نے پڑھائی شہر کے تمام احرار کارکن جنازہ میں شریک ہوئے اور لواحقین سے اظہار تعزیت کیا ۔

چیچہ وطنی ہی کے احرار کارکن جناب ڈاکٹر اللہ بخش جاوید صاحب کے والد ماجد جناب عطاء الٰہی صاحب رحلت فرما گئے ہیں ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کی مغفرت کیلئے دعاء اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر عطاء فرمائے ۔ اراکین ادارہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں ۔

(ادارہ)

غلام نبی

ربوہ

روزنامہ "الفضل" اور قادیانیوں کے دیگر اخبارات وجرائد پر پابندی عائد کی جائے

امتناع قادیانیت آرڈیننس کی دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں۔

صرف "الفضل" کے خلاف ١٦ مقدمات زیرِ سماعت ہیں۔

ربوہ کا ضیاء الاسلام پریس سربمہر کیا جائے۔

قادیانی کھیلوں کے نام پر ارتداد کی تبلیغ کرتے ہیں

اکتوبر میں ربوہ میں ہونیوالی سالانہ کھیلیں بند کی جائیں۔

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنماؤں سیّد محمد کفیل بخاری، مولانا اللہ یار ارشد اور عبداللطیف خالد کا مشترکہ بیان

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی رہنماؤں سیّد محمد کفیل بخاری، مولانا اللہ یار ارشد اور عبداللطیف خالد چیمہ نے یہاں ایک مشترکہ بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانیوں کے ترجمان اخبار روزنامہ "الفضل" اور دیگر رسائل وجرائد کے ڈیکلریشن فوری طور پر منسوخ کرکے ان پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی آئین کے مطابق امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت قادیانی اسلامی شعائر اور اصطلاحات کو کسی بھی انداز میں اپنے حق میں استعمال نہیں کرسکتے۔ جبکہ قادیانی اخبارات وجرائد مسلسل آئین کی خلاف ورزی کررہے ہیں اور کفر وارتداد کی تبلیغ کرکے آئین کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ صرف روزنامہ "الفضل" کے خلاف ١٦ مقدمات عدالتوں میں زیرِ سماعت ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ربوہ کے ضیاء الاسلام پریس کو سربمہر کیا جائے کیونکہ اسلام کے خلاف تمام لٹریچر یہیں سے چھپ کر تقسیم ہوتا ہے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ قادیانی ہر سال سالانہ کھیلوں کی آڑ میں اپنے اجتماعات کرتے ہیں۔ جب کہ آئین کے مطابق وہ کسی قسم کا تبلیغی اجتماع منعقد نہیں کرسکتے۔ گزشتہ کئی برس سے وہ اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح یہاں اجتماع منعقد کرسکیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ٢٣، ٢٤، ٢٥ اکتوبر کو

ربوہ میں منعقد ہونے والی نام نہاد کھیلوں پر حسبِ سابق پابندی عائد کی جائے۔ احرار رہنماؤں نے واضح کیا کہ اگر مسلمانوں کے ان جائز مطالبات کو منظور نہ کیا گیا تو پھر ــــــ احتجاجی تحریک چلائی جائے گی۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ نفاذِ اسلام کی مدعویدار مسلم لیگی حکومت مرزائیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

بقیہ اداریہ

سے قطع نظر ذمہ داری تو حکومت ہی کی ہے سیلاب نے تو آنا ہی تھا اور وہ آیا مگر اس موقع پر حکومتی مشینری نے واقعتاً نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ منگلا ڈیم کے سانحہ نے جو تباہی پھیلائی ہے وہ مجرمانہ غفلت کا نتیجہ ہی تو ہے خواہ اس کی ذمہ داری حکومت کے کسی محکمہ پر ہی عائد ہو، بغیر اطلاع کے اتنی کثیر مقدار میں پانی کھولنے سے ایک اندازے کے مطابق نو سو افراد جاں بحق ہوئے مگر حکومت نے روایتی جھوٹ بول کر تعداد چار سو بتائی۔ ان بے گناہ انسانوں کی موت کا ذمہ دار کون ہے؟ آخر کوئی تو ہے؟ پھر سیلاب زدگان کی امداد کے نام پر جو فراڈ جاری ہے وہ متاثرین کے زخموں پر مزید نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ امدادی فنڈ میں جمع رقوم کے سلسلہ میں بدعنوانیوں کے بے شمار واقعات سامنے آئے ہیں حکومت کی طرف سے متاثرین کو کچھ نہیں ملا۔ اخباری سطح پر پروپیگنڈہ تو خوب کرایا گیا اور تصاویر چھپوا کر "نمبر بازی" کا مکروہ عمل دہرایا گیا۔ لوگ اب تک مصیبت میں گرفتار ہیں، خوراک، لباس، علاج، ہر معاملے میں سوائے محتاجی کے ان بدنصیبوں کو کچھ نہیں ملا۔ مجلس احرار اسلام نے اپنے شعبہ خدمت خلق کے تحت جن جن علاقوں میں محض اللہ کی عطاء کی ہوئی توفیق کے سہارے متاثرین کی خدمت کی ہے متاثرین کے مطابق وہاں اب تک کوئی نہیں پہنچا لیکن اخباری بیان بازی کے مطابق وہاں لاکھوں روپے تقسیم بھی ہو چکے ہیں۔ اس بے حسی، بداخلاقی اور غیر انسانی رویے کو کیا نام دیا جائے۔ پھر اربابِ اقتدار کے ان بیانات نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا کہ "ہم سیلاب کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے" استغفر اللہ ــــــ اللہ کے عذاب کا مقابلہ! حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی یہی کہا تھا حقیقت یہ ہے کہ موجودہ سیلاب بھی اللہ کا عذاب ہی تھا، آخر ہم نے اللہ کے دین کے ساتھ کونسی بھلائی کی ہے۔ یہی نا! کہ دین کے نام پر حاصل کردہ ملک میں دین کو رسوا کر دیا۔ بجائے اس کے کہ اس موقع پر توبہ و استغفار کی جاتی مگر مشاہدے میں جو کچھ آیا ہے وہ نہایت تکلیف دہ ہے۔

اے اربابِ اقتدار! مقابلے کا شیطانی بول بولنے کی بجائے اللہ سے معافی مانگو اور مخلوق خدا کی خدمت کر کے اللہ کو راضی کر لو۔ مخلوق کا جو حق تم پر ہے اسے اپنے اللوں تللوں میں مت ضائع کرو بلکہ مستحق و متاثرین تک پہنچاؤ ــــــ مجلس احرار اسلام کے کارکن اور ملک کی وہ سماجی انجمنیں قابلِ تحسین ہیں جنہوں نے اخباری تصاویر سے زیادہ مخلوق کی خدمت پر توجہ دی ــــ یہ تو پانی کا سیلاب تھا، تہذیبی سیلاب کے آگے کون بند باندھے گا۔ ثقافت کے نام پر بے حیائی کا سیلاب، صحافت کے نام پر فحاشی کا سیلاب، شعر و ادب کے نام پر جنسی انارکی کا سیلاب، ڈش انٹینا، وی سی آر، کوئی ایک سیلاب ہو تو ــــــ! پورا ملک ہر طرف سے سیلابوں کی زد میں ہے ان کے آگے ایک ہی بند باندھا جا سکتا ہے اور وہ ہے اللہ کی طرف رجوع اور دینی انقلاب۔ اپنی پوری زندگی دین کے تابع کر لو تو سب سیلاب دور ہو جائیں گے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر ــــــ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں۔

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ خودکشی کریگی

۱۴۔ سالہ بھائی نے اپنی بہن کو بدچلنی کے شبہ میں قتل کر دیا۔

دو افراد نے خنجر کی نوک پر ۱۳ سالہ لڑکی کو بے آبرو کر دیا۔

ماموں کا بخن کی تیرہ سالہ لڑکی کا اغوا۔

میری بیٹیوں کی عزت لٹ گئی۔ ملزم دھمکیاں دیتے ہیں۔ (مظلوم بچیوں کے باپ کی فریاد)

غریب کی بیٹی کو بے آبرو کرنے کا نوٹس ہائی کورٹ نے ہی لیا۔

ماں بیٹی کو اغوا کر لیا گیا۔

اوباش نوجوانوں نے زیادتی کے بعد نوعمر لڑکے کو قتل کر ڈالا۔

عارف والا میں ۷ مسلح افراد نے نوجوان بیوہ کو بے آبرو کر دیا۔

ناجائز تعلقات کے شبہ میں نوجوان نے بہن کو قتل کر دیا۔

ملتان میں شوروم کا مالک اور دو عورتیں فحش حرکات کے الزام میں گرفتار۔

لڑکی کے ساتھ زیادتی کے مقدمے میں ملوث ملزم کی درخواست ضمانت منظور۔

ہائی کورٹ نے ایک اور لڑکی کے اغوا، آبروریزی اور اس کے پھوپھا کے قتل کا از خود نوٹس لے لیا۔

ملک کے اندر ہونے والے ایسے ہزاروں واقعات، روزمرہ کا معمول ہو کے رہ گئے ہیں۔ ایسے واقعات کے اسباب وعلل، ذرائع ابلاغ پر دکھائے جانے والے شرم وحیا سے عاری پروگرام ہیں، اخلاق سوز گانے ہیں۔ "مکس گیدرنگ" ہے۔ اخبارات ورسائل کی سفلی جذبات کو گرمانے والی تحریریں اور تصاویر ہیں۔ بلیو پرنٹ ہیں۔ ڈش انٹینا، پی ٹی این اور سی این این ہیں۔ رہی سہی شرم گھروں میں وی سی آر پر دیکھی جانے والی ننگی فلموں نے اڑا کے رکھ دی ہے۔ جن سے گھر کے سربراہ سے لے کر نیا پیدا ہونے والا بچہ تک متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چھوٹے بچے جنہیں ابھی خدا اور رسول ﷺ سے بھی پوری طرح آگاہی نہیں ہوتی۔ فلمی گانوں اور فحش مکالموں کو اس انداز سے دہراتے ہیں کہ شرم وحیا سربیٹ کے رہ جاتی ہے۔ گلی گلی، محلے محلے کھلنے والے ویڈیو سنٹر نہیں گناہ کے فلتھ ڈپو کہ جن سے گھر گھر دروازہ کھٹکھٹا کر زنا پرور میٹریل سپلائی کیا جاتا ہے۔ ٹی وی

ریڈیو، ذرائع ابلاغ میں گھسے ہوئے زرد اور سُرخ سنپولیوں کی عریاں نویسی۔ اخبارات ورسائل میں جنسی تعلقات پر برہنہ الفاظ میں گندے خیالات کی اشاعت، فحش لٹریچر اور واخلاق سوز ڈراموں اور فلموں کے ذریعے بے حیائی اور بے دینی کو قوم پر زبردستی مسلّط کیا جاتا ہے۔ اور معاشرے کے اس بگاڑ میں وہ اساتذہ بھی برابر کے شریک ہیں جو سوشلسٹ یا کمیونسٹ کہلاتے ہوئے گناہ کے تصوّرات کو بورژوا سماج کی پیداوار کہنے اور طلبہ کے ساتھ بادہ ہائے گلگوں کی مجلسیں رچاتے اور طالبات پر عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب کی کمندیں پھینکتے ہیں۔

اے اربابِ اقتدار و حکام والا تبار! یہ ملک اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نام پر بنا تھا۔ اب ان کے نام سے غداری اپنی اور اپنی قوم کی موت کے محضر نامے پر دستخط کے مترادف ہے۔ کچھ ہوش کے ناخن لیجئے اور فحاشی وعریانی کے اس سیلاب کے آگے بھی کوئی بند باندھیئے! ؎

ورنہ تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

ایک دھماکہ خیز کتاب

مصنف: مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

جس میں واقعہ کربلاء سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے
تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

۲۰ کتابوں پر ۴۰٪ رعایت دس سے کم کتابوں پر ۳۳٪ رعایت ۱۰۰ سے زائد کتب پر ۵۰٪ رعایت

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تحریک آزادی کے ناموررہنما اور صاحب طرز ادیب
مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے

• میرا افسانہ • ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح • آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ
• جنہوں نے ——
• —— انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشین جاگیرداروں کے مظالم، محلاتی سازشوں اور جبرو استبداد کی آہنی فصیلوں کو اپنی جہد مسلسل سے کرچی کرچی کردیا

کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

عظیم مجاہد آزادی، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کے تین ادبی شاہکار

* معشوقہ پنجاب (قصہ ہیر رانجھا۔ تنقید)
* شعور (ایک اصلاحی ڈرامہ)
* دیہاتی رومان (افسانوی اصلاحی کہانی)

تینوں کتابوں کا مجموعہ

شعور

—— کے عنوان سے یکجا شائع ہو گیا ہے

صفحات ۱۴۴ قیمت ۳۵ روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

جامع مسجد ختمِ نبوّت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیرِ اہتمام: تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان

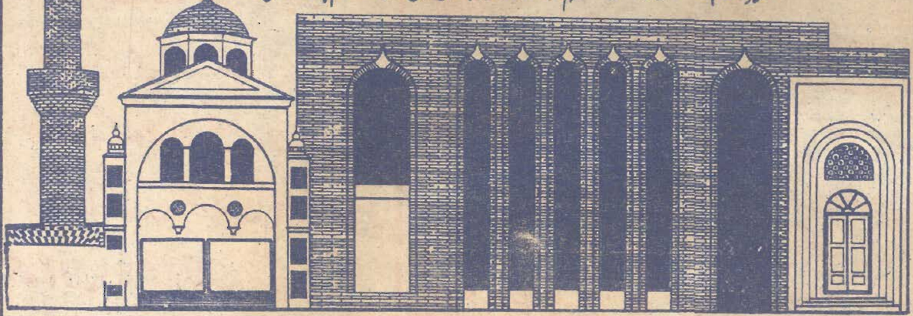

مسجد کی چھت مکمل ہو چکی ہے بقیہ تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیں۔ نقد یا سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر کے لئے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

دارِ بنی ہاشم - مہربان کالونی ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ ، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

جب برطانوی سامراج کا آفتاب نصف النہار پر تھا

- انقلاب زندہ باد کہنے سے انگریز اور اس کے جانشینوں کی ہڈیاں انکی قبروں میں چٹخنے لگتی تھیں،
- راست بازوں کے لئے اندھا قانون اور بے خوف انسانوں کے لئے کوڑھی انصاف تھا،
- کاسہ لیسان سرمدی اپنے سینوں پر تمغہ ہائے وفاداری لٹکائے پھرتے تھے،
- فدایان حریت کے لئے حلقہ ہائے زنجیر یا درہ ہائے تعزیر تھے،
- طلبگاران آزادی کی بے سروسامانی پر فرزندان سلطنت کے وحشیانہ قہقہے گونجتے تھے،
- احرار رضاکاروں کے بدن کا گوشت روئی کے گالوں کی طرح اڑتا تھا،
- پیکران عفت کے چہروں پر طمانچوں کی مہریں ثبت تھیں،

یہ انہی دنوں کی سرگزشت ہے.

اسلام کے ناموس پوت، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

رحمۃ اللہ علیہ کے

- سوانح و افکار — احوال و آثار
- سیرت و کردار ● بیمثال جدوجہد ● ولادت تا شہادت

جوان محقق **محمد عمر فاروق** کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز.

مقدمہ نگار: خواجہ خان محمد مدظلہ ● ڈاکٹر انور سدید
مولانا سید عطاء المحسن بخاری
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی.

فلیپ نگار: احمد ندیم قاسمی ● مولانا محمد اسحٰق بھٹی

نایاب اخباری و سرکاری ریکارڈ سے ماخوذ دستاویزات۔

- مکاتیب و عکس تحریر ● نادر و نایاب تصاویر
- تاریخی منظومات ● نامور شخصیات کا اعتراف عظمت
- انگریزوں کی پشتینی وفاداروں کی خدمات
- اعزازات، خطابات اور زمینوں کی تفصیلات
- مجاہدین آزادی کی خونچکاں سرگزشت، تاریخ کے سربستہ راز اور ان کہی کہانیاں ● پہلی مرتبہ منظر عام پر

- مؤلف کی دس سالہ محنت کا نچوڑ
- منفرد انداز تحریر میں
- سینکڑوں عنوانات کے گرد گھومتی کہانی

- صفحات ۴۰۴ ● کمپیوٹر کتابت ● خوبصورت سرورق ● مجلد ● اعلیٰ طباعت
- قیمت ۱۰۰ روپے — پیشگی رقم ارسال کرنیوالوں کے لئے خصوصی رعایت سے ۸۵ روپے میں

قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں،

بخاری اکیڈمی

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان پاکستان

(میسون پبلی کیشنز پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)